مسلسل اشاعت کا انتالیسواں سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

512
ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
اپریل 2008

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	” ” ’	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل و شرب	” ” ”	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

29/4/08

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ---- 43
شمارہ نمبر ---- 7
ربیع الثانی ---- ۱۴۲۹ھ
اپریل ---- ۲۰۰۸ء

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: یورپ کا دوبارہ توہین رسالت کا ارتکاب اور قرآن کے خلاف شرمناک فلم
دین اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن گیا ہے۔ ویٹیکن سٹی کا اعتراف۔ حضرت مولانا صوفی
عبدالحمیدؒ کی رحلت۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ کی المناک جدائی .... راشد الحق سمیع حقانی ۲
حرمین الشریفین میں پینتالیس سال قبل میری پہلی حاضری۔ (۲) مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۶
بہترین استاذ کی خوبیاں اور ذمہ داریاں .... مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ ۲۱
چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ کی اسلامی قوانین کے بارے میں حق گوئی ...... مولانا عیسیٰ منصوری ۲۹
"دارالمصنفین" شبلی اکیڈمی اور مولانا ضیاء الدین اصلاحی (تعارف و خدمات) ...... محمد بلال اعجاز ۳۶
تازہ ہر عہد میں ہے قصہ فرعون وکلیم .... (وادی نیل سے) .... ڈاکٹر زاہد منیر عامر ۴۴
خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ کار .... مفتی محمد آصف محمود ۴۸
مغرب کی دہشت گردی .... جناب محمد وثیق ندوی ۵۶
دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۰
تبصرہ کتب .... ادارہ ۶۳

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200' بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم راشد الحق سمیع حقانی

یورپ کا دوبارہ توہین رسالت کا ارتکاب اور قرآن کے خلاف شرمناک فلم

دین اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن گیا ہے۔ ویٹیکن سٹی کا اعتراف

مسلمانوں پر انتہا پسندی‘ دہشت گردی‘ تعصب‘ نفرت اور تنگ نظری کے لیبل یورپ ہمیشہ سے چسپاں کرتا چلا آ رہا ہے اور اسلام کے مقابلہ میں خود کو مغرب ہمیشہ انسانی اقدار و اخلاق کا رہبر‘ وسعت فکر و نظر کا امین‘ مکالمہ بین المذاہب کا مبلغ‘ انسانی مساوات کا داعی‘ جمہوریت کا علمبردار‘ انسانی حقوق کا چمپئین‘ تہذیب و شائستگی کا دعویدار اور دیگر مذاہب و ادیان کے احترام کا حامل سمجھتا ہے۔ لیکن یہ امر روزِ روشن کی طرح دنیا پر روز بروز عیاں ہوتا جا رہا ہے کہ حقیقت میں کون سا مذہب‘ انسانیت‘ دیگر ادیان اور خصوصاً انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احترام کا قائل ہے؟

اسلام کی ابدی حقانیت اور اس کی عظیم عالمگیر قوت سے یہود و نصاریٰ اور دیگر باطل نظاموں کو پہلے دن ہی سے شدید نفرت و دشمنی چلی آ رہی ہے۔ ابتداء ہی میں اس نوزائیدہ نظام اور اسلامی ریاست کو کچلنے کے لئے ساری دنیا کی نظاموں اور حکومتوں نے مل کر اسے مٹانے کی ایک نہیں سینکڑوں مرتبہ کوششیں کیں کہ کسی نہ کسی طور سے حق و صداقت کی یہ روشنی حجاز مقدس کے صحراؤں سے اٹھ کر ظلمت کدۂ عالم کو منور نہ کر سکے۔ لیکن مکہ معظمہ کے ایک یتیم اور بے سہارا لیکن اولوالعزم نوجوان نے عزم و ہمت اور تائید ایزدی سے اسلام کو ایک ایسے عظیم تناور درخت کی صورت میں کھڑا کر دیا کہ اب ایٹم اور ہائیڈروجن بم کی تباہیاں بھی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتیں اور نہ ہی اس شمع ہدایت کی لَو کو یہ لوگ دھیمی کر سکیں گے گو کہ صدیوں سے فتنہ استشراق کے ذریعے انہوں نے بڑی سازشیں اور کوششیں کیں کہ کسی طور مسلمانوں کے دلوں میں تشکیک و انکار کے زہریلے کانٹے بوئے جائیں لیکن ان کی یہ چالیں بھی تارِ عنکبوت ثابت ہوئیں۔ لیکن کچھ عرصہ پہلے ڈنمارک اور یورپ کے دیگر متعصب اور شیطان کے پیروکار اخبارات نے کھل کر رہبر انسانیت حضرت اقدس ﷺ کے خاکے شائع کیے اور اپنے اندر کے خبث باطن کو اخبارات میں شائع کرا کے اپنے کفر کی سیاہی اخبارات کے ذریعے پھیلائی۔ جس پر دنیا بھر میں مسلمانوں نے اپنے غیرت ایمانی اور اپنے پیارے نبی حضور ﷺ سے اپنی گہری وابستگی و جانسپاری کا دیوانہ وار مظاہروں کے ذریعے اظہار کیا۔ اس کے بعد پچھلے دو ماہ سے یورپ پھر کسی گندے پرانے گٹر کی طرح دوبارہ اپنے اندر کی گندگی اُبل رہا ہے اور وہی شرارت دوبارہ دُہرا رہا ہے۔

دراصل اس سے وہ مسلمانوں کے جذبات مجروح کرانا چاہتا ہے اور مسلمانوں کو اشتعال دلانا چاہتا ہے اور دنیا پر یہ ثابت کرانا چاہتا ہے کہ یہ لوگ طیش میں آ کر متشددانہ کارروائیاں کریں تاکہ ان پر دہشت گردی کا الزام کسی نہ کسی طور پر ثابت

کیا جائے۔ اس عمل کے ذریعے مغرب اسلام سے اپنی پے در پے شکست ونفرت کا اظہار بھی دُہرا رہا ہے۔ ظلم یہ ہے کہ اگر مسلمان حکمران اس کا بروقت سفارتی ومعاشی بائیکاٹ کا فیصلہ کرتے تو یہ شیطانی عمل خود بخود رُک جاتا اور دوبار مادیت کے پتلوں، دینار کے غلاموں اور کعب بن اشرف کی ذریتِ فاسدہ کے خبیثوں کو اس گھٹیا حرکات کی جرات نہ ہوتی، لیکن صلیبی دہشت گردی کا یہ سلسلہ مزید اپنی انتہا کو اس وقت پہنچ گیا جب ہالینڈ کے ایک متعصب رکن پارلیمنٹ گریٹ ورلڈ نے قرآن کے خلاف ایک متنازعہ اور نفرت وتعصب سے بھری ہوئی فلم ''فتنہ'' انٹرنیٹ پر جاری کردی اور یورپی یونین نے اس کا دفاع کرتے ہوئے اسے بھی ''آزادیٔ اظہار رائے'' کا نام دیا کہ یہ رکن پارلیمنٹ کا استحقاق ہے۔ دراصل عالم عیسائیت کو اس حقیقت کا خوب ادراک ہوگیا ہے کہ قرآن ہی وہ رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے جب تک یہ کتاب صفحۂ ہستی پر موجود رہے گی تو مسلمانوں کے ایمان اور جذبہ حریت کے گلستان یونہی مہکتے ولہلہاتے رہیں گے۔ کیوں نہ قرآن کے خلاف میڈیا کے ذریعے نفرت اور غلط فہمیاں پیدا کی جائیں۔ گوکہ اس سے قبل ماضی میں برٹش سامراج نے بھی قرآن کے خلاف برصغیر میں اپنی تمام تر سازشیں اور ترکیبیں آزمائیں لیکن وہ مسلمانوں کے دلوں سے قرآن کی عظمت کو نہ مٹا سکے۔ پھر ابھی کچھ عرصہ قبل امریکہ میں ''الفرقان الحق'' نامی کتاب قرآن کے مقابلے میں لکھوائی گئی (جو نحوی، صرفی، لغوی اور معنوی غلطیوں کا مجموعہ ہے) لیکن اس سے بھی اسلام اور قرآن کی بڑھتی ہوئی پیش قدمی روکی نہ جاسکی بلکہ یورپ اور امریکہ میں اسلام اس قدر تیزی سے پھیل رہا ہے کہ وہاں کے مقتدر حلقوں کو یہ فکر دن رات ستا رہی ہے کہ اگر اسلام کی قبولیت کا یہ گراف اسی طرح بڑھتا رہا تو تیس، چالیس برس بعد اسلام یورپ اور امریکہ کا بھی سب سے بڑا مذہب بن جائے گا اور یوں عیسائیت کے گھر میں ہی عیسائیت محکوم ہوجائے گی۔ اسی دوران اسلام کی حقانیت وعالمگیریت وآفاقیت کا ایک اور مظہر دنیا کے سامنے آیا جب کیتھولک عیسائیوں کے ''روحانی مرکز'' ویٹیکن سٹی کے سرکاری ونمائندہ اخبار ''اوزرو ویٹورومینو'' میں یہ رپورٹ سامنے آئی جس کے مطابق مغرب میں اسلام کی قبولیت میں بڑی تیزی سے اضافہ ہورہا ہے اور اب دنیا میں مذہب اسلام سب سے بڑا اور کثیر التعداد مذہب بن چکا ہے۔ (الحمدللہ) سروے کے مطابق اس وقت کیتھولک عیسائی 17.4 فیصد ہیں جبکہ مسلمان 19 فیصد سے زائد کی حد تک پہنچ گئے ہیں۔ رپورٹ میں اس حقیقت کو بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ ۹/۱۱ کے بعد امریکہ یورپ اور کینیڈا میں اسلام کی نشوونما بڑھنے میں کمی نہیں آئی بلکہ اس کی قبولیت اور پھیلاؤ میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگرچہ مسلمان کئی لحاظ سے منتشر اور کمزور ہیں لیکن ان کا خدا سب سے بڑا طاقتور اور بڑا تدبر وحکمت والا ہے۔ یورپ اپنی سازشوں اور امریکہ اپنے جارحانہ طرز عمل سے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتے ہیں لیکن خدا انہی کی اولادوں کو دین اسلام کے حلقوں میں لا رہا ہے۔ عجب نہیں کہ چنگیز خان کے اولاد کی طرح یورپ کی آئندہ نسلیں بھی اسلام کی نشاۃ ثانیہ وترقی کا ذریعہ بنیں۔

ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانہ سے پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

حضرت مولانا صوفی عبدالحمیدؒ کی رحلت

پاکستان کے ممتاز عالم دین اور معروف مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مرحومؒ متعدد خوبیوں اور صفات کی حامل شخصیت تھے۔ زندگی قال اللہ اور قال رسول اللہ کے زمزموں میں گزاری اور علوم وفنون کی خدمت وتدریس والہانہ انداز میں کرتے رہے۔ مولانا مرحوم دیوبند کے قدیم فضلا میں سے تھے' آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔ فراغت کے بعد گوجرانوالہ میں جامع مسجد نور اور مدرسہ نصرۃ العلوم سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ آپ اس جامعہ کے بانی اور مہتمم تھے۔ آپ نے اپنے عظیم برادر اکبر یادگار اسلاف شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ کیساتھ مل کر مدرسہ نصرۃ العلوم میں درس وتدریس کی مثالی خدمت کی۔ آپ دونوں برادران حضرات کی خدمات کا پورا پاکستان معترف ہے۔ آپ حق گوئی اور بیباکی کی عظیم خوبیوں سے متصف تھے' اپنے وقت میں پنجاب میں خصوصاً مختلف بدعات اور اسلام دشمن قوتوں کے مقابلہ میں آپ ہمیشہ سینہ سپر رہے' ملک میں ہر اسلامی تحریک کے لئے آپ کی تائید وحمایت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ آپ حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ کے سگے چچا تھے' حضرت مولانا مدظلہ کی صلاحیتوں اور خوبیوں کو اجاگر کرنے میں آپ کی خصوصی تعلیم وتربیت کا بھی بڑا حصہ ہے۔ ادارہ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب مدظلہ' حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ' حضرت مولانا ریاض خان سواتی اور دیگر تمام پسماندگان اور صاحبزادگان سے دلی تعزیت کرتا ہے اور قارئین سے حضرتؒ کی رفع درجات کے لئے دعاؤں کی اپیل ہے۔

مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ کی المناک جدائی

بزم شبلیؒ کا ایک اور روشن چراغ بادفنا کے ہاتھوں ماہ فروری میں ہمیشہ کے لئے بجھ گیا۔ علامہ شبلی نعمانیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کے عقیدت مندوں اور ان کے مکتبہ فکر سے وابستہ لاکھوں وابستگان کو حضرت مولانا ضیاء الدین اصلاحی کی وفات حسرت آیات سے گہرا صدمہ پہنچا۔ مرحوم اصلاحی صاحب ''دارالمصنفین'' کے سلسلۃ الذہب کی بڑی مضبوط کڑی تھے۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور ان تھک محنت سے یہ ثابت کیا کہ ''دارالمصنفین'' کی عظیم مسند اور اس کی تابناک روایات کے آپ صحیح امین اور وارث ہیں۔ ''دارالمصنفین'' اور ''معارف'' کے لئے آپ کی خدمات کا دائرہ تقریباً نصف صدی تک پھیلا ہوا ہے۔ اس عظیم ادارہ اور برصغیر کے قدیم اور نہایت ہی وقیع مجلّہ ''معارف'' کی

نظامت وادارت آپ نے بڑے احسن انداز سے نبھائی۔ معارف کے بصیرت افروز شذرات خاصے کی چیز ہوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کے نہایت ہی عالمانہ ومحققانہ مضامین اپنے موضوع پر اپنی مثال آپ ہوا کرتے تھے۔قرآنیات آپ کا خصوصی موضوع تھا' اس طرح عصر حاضر کے کئی مسائل پر آپ نے بڑا کام کیا ہے۔آپ کی خدمات کی ابھی ''معارف'' اور ہندوستانی مسلمانوں کو بڑی ضرورت تھی لیکن خدا کی مرضی کے سامنے تدبیریں اور خواہشیں نہیں چلتیں' اس سال حج کی سعادت دوبارہ آپ کو نصیب ہوئی۔ واپسی کے کچھ ہی روز بعد آپ ایک حادثہ میں شدید زخمی ہوگئے اور ایک آدھ روز بعد ہی آپ جام شہادت نوش فرما گئے اور یوں حضرت علامہ شبلی نعمانیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ مولانا مسعود علیؒ 'مولانا شاہ معین الدین صاحبؒ اور حضرت سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ کے مکتبہ فکر کی کہکشاں کا یہ آفتاب و ماہتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔قحط الرجال کے اس دور میں اور ہندوستانی معاشرے میں اسلامی علوم وفنون اور اردو زبان کی دگرگوں صورتحال میں آپ کا اچانک یوں اٹھ جانا اور بھی باعث رنج وغم ہے۔

جامعہ حقانیہ و ادارہ ''الحق'' ''دارالمصنفین'' اور ''معارف'' کے جملہ ارکان وابستگان اور خصوصاً مولانا مرحوم کے پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

اس شہر بے چراغ میں تنہا دیا ہوں میں	کتنی اندھیری رات ہے اور بجھ رہا ہوں میں

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے خطبات وافادات کا عظیم الشان مجموعہ علم وحکمت

﴿دعوات حق﴾ (مکمل دو جلدوں میں)

مرتبہ : **مولانا سمیع الحق** مدظلہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ

نایاب ہونے کے بعد اب سہ بارہ شائع ہوگئی ہے۔ آج ہی حاصل کیجئے ورنہ اسکی نایابی پر ایک بار پھر افسوس کرنا پڑیگا

دعوات حق: ایک ایسا گنجینہ جسے اہل علم خطباً واعظین اور تعلیم یافتہ طبقہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور قومی وملی پریس نے سراہا جو ہر خطیب واعظ مقرر کیلئے پکی پکائی روٹی کا کام دیتا ہے جو رشد وہدایت احسان وسلوک کے متلاشیوں کیلئے شیخ کامل کا کام دیتا ہے۔

دعوات حق: دین شریعت اخلاق ومعاشرت علم وعمل عروج وزوال نبوت ورسالت شریعت وطریقت کے ہر ہر پہلو کو سمیٹے ہوئے ہے۔

دعوات حق: شیخ الحدیث محدث ومجاہد کبیر مولانا عبدالحقؒ کی عام فہم اور دردسوز میں ڈوبی ہوئی گفتگو اور خطابت کا ایسا مجموعہ ہے جو دلوں میں اتر کر یقین کو بیدار کر کے اصلاحی وایمانی انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ فضلاً علماً طلباً اور اہل مدارس کیلئے خاص رعایت ہوگی۔

صفحات جلد اول: ۶۷۲۔ قیمت -/260 روپے۔ صفحات جلد دوم: ۵۲۰۔ قیمت -/200

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ پشاور

قسط نمبر (۲)　　　رشحاتِ قلم: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

حرمین الشریفین میں میری پہلی حاضری

پینتالیس سال قبل سفر حج کے احوال و مشاہدات لکھی گئی ڈائری کے اوراق

سفر عشق کا پہلا مرحلہ : کراچی کے صبر آزما مراحل

پینتالیس سال قبل میری پہلی حرمین الشریفین حاضری کے سلسلہ میں پچھلے شمارہ میں حرمین الشریفین سے میرے بھیجے ہوئے خطوط اور جواب میں حضرت والد ماجد قدس سرہ کے والا نامے شائع ہوئے ہیں جس سے قیام حرمین کے حالات پر اجمالی روشنی پڑتی ہے۔ قارئین نے اسے بے حد پسند کیا' سفر کے دوران ایک چھوٹی سی جیبی ڈائری میں ضروری حالات روزنامچہ کی شکل میں نوٹ کرتا رہا مگر وہ ڈائری تلاش کے باوجود نہیں مل رہی تھی' پچھلے شمارہ میں سفر حج کی مراسلاتی رپورٹ پڑھ کر کسی اللہ کے بندہ کی دعا قبول ہوئی اور گمشدہ ڈائری کاغذوں کے انبار سے مل گئی اور آج الحمدللہ اس ڈائری کے نوٹس نذر قارئین کئے جا رہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس وقت ۲۴۔۲۵ سال کے عمر میں احساسات میں نہ وہ پختگی تھی نہ تاثرات میں گہرائی جبکہ تحریر کا بھی کوئی تجربہ نہیں تھا نہ اس کی اشاعت کا تصور تھا' ڈائری کے ایک ہی صفحہ پر یاداشت کو محدود کرنا پڑتا' پینتالیس سال کے بعد اب وہ نقشے بدل گئے اصاغر' اکابر اور اکابر اپنے وقت کے آئمہ رشد و ہدایت بن گئے ہیں' وسائل انتہائی محدود اور سہولتیں عنقا تھیں مگر میں انہی نقوش اور مناظر کو تقریباً نصف صدی بعد اپنے قارئین کو دکھانا چاہتا ہوں اس لئے ڈائری میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حک و اضافہ اور ترمیم کئے بغیر اصل شکل میں پیش ہے۔ کسی ضروری تشریح اور توضیح کو حاشیہ میں رکھا گیا ہے۔ [(مولانا) سمیع الحق]

یکم۔۲ر جنوری ۶۴ء : الحمدللہ کہ سفر سعادت کا آغاز سال کے نئے دن سے ہو رہا ہے' ہمارے اکوڑہ خٹک میں ہمیشہ سے حجاج کرام کو بڑے اہتمام سے ریلوے اسٹیشن تک جا کر رخصت کرنے کی روایت چلی آ رہی ہے حاجی کو جلوس میں اسٹیشن تک پیدل پہونچایا جاتا ہے۔ گاڑی چناب ایکسپریس کی آمد تک حضرت والد ماجد مدظلہ نے سٹیشن میں حج اور دیگر مہمات دین پر خطاب فرماتے ہیں ناچیز کو بھی ایسے ہی انداز میں سٹیشن تک لے جایا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث اساتذہ دارالعلوم و طلبہ اراکین مدرسہ اور معززین سینکڑوں کی تعداد میں چھوڑنے گئے۔ سٹیشن میں حضرت شیخ نے وعظ فرمایا اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا' خاص احباب و اقارب راولپنڈی سٹیشن تک مشایعت کرنے گئے' راولپنڈی سٹیشن

پر رفیق سفر و حضر قاری سعید الرحمٰن صاحب بھی ساتھ ہو لئے' راستہ میں جہلم کے ساتھ گاڑی لیٹ ہوئی دوسرے دن شام کو چھ بجے کراچی پہونچے جہاں قاری صاحب کے چھوٹے بھائی احمد الرحمٰن صاحب اور دیگر احباب لینے کے لئے موجود تھے' کار کے ذریعہ مدرسہ نیوٹاؤن پہونچے' دیر ہو چکی تھی حضرت مولانا بنوری سے ملاقات اب کل صبح ہوگی (تفصیل والد ماجد کے نام پہلے خط میں موجود ہے)

۴ر جنوری ۶۴ء ' ۱۸ر شعبان ۸۳ھ : صبح کی نماز استاذ مصری قاری کے پیچھے ادا کی اور پھر مولانا بنوری کے درس قرآن میں شرکت ہوئی۔ 9:00 بجے مولانا بنوری نے دار التصنیف میں بلایا اور فارم وغیرہ پُر کروائے۔ اختر حسین صاحب سیکشن آفیسر وزارت داخلہ نے پاسپورٹ آفس محمد ادریس زیدی کو بھیجا اور سب آئٹم لکھ کر اس کے حوالہ کر دیئے' انہوں نے سعودی عرب کے سفارتخانہ سے ویزا فارم لئے' جمعہ کی نماز مولانا بنوری کے پیچھے پڑھی' مولانا نے پُر تکلف چائے کی دعوت سے نوازا۔ دو پہر کے قریب حضرت ملا نور المشائخ کے صاحبزادے اور قندہار کے ایک پیرزادہ خواجہ آغا عبداللہ سے ملاقات رہی جو مولانا بنوری سے ملنے آئے تھے۔

۵ر جنوری ۶۴ء بمطابق شعبان ۸۳ء بروز اتوار : مصری قاری اور مصر میں قراءت:

صبح نماز کے بعد استاذ مصری جو مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن میں استاذ تجوید اور مسجد نیوٹاؤن کے امام ہیں اور سفارتخانہ مصر سے ان کی تقرری ہے سے انکے مکان پر ملے بڑی گرمجوشی سے ملاقات ہوئی' مصر میں قراءت و حفظ کی رفتار وہاں کے مشاہیر قراء وغیرہ کے بارہ میں بات چیت ہوئی۔ انہوں نے پاکستان میں حفظ کلام سے بے اعتنائی پر افسوس ظاہر کیا اور بڑی مفید اور مخلصانہ باتیں ہوئیں۔ انہوں نے کہا کہ قراءت کی تاثیر اور رقت انگیزی کیلئے مہارت فن' خوش آوازی وغیرہ کیساتھ خلوص قلب اخلاص اور سوز و گداز بھی ضروری ہے جس سے سامعین کے دل منور اور ذہن مستفید ہوتے ہوں۔ نری فنی قابلیتوں سے سامعین پر قرآنی اعجاز کا اثر نہیں ہوسکتا۔ انکے مصری ہونے کے باوجود اس سوز و گداز کی باتوں سے بے حد متاثر ہوئے۔ انہوں نے میٹھی کی چائے پلائی' جسے استاذ اپنی عربی میں حلبہ کہتے ہیں' انہوں نے اس کے مفید صحت اور منافع کثیرہ کو بیان کیا۔ استاذ مصری نے مصری عوام کے فن قراءت و تلاوت کلام پاک کے ساتھ شغف وانہماک کا بھی ذکر کیا۔

حاجی وجیہہ الدین کی تعزیت: ساڑھے نو بجے حافظ فرید الدین صاحب کے مکان پر فون سے اطلاع دینے کے بعد حاجی وجیہ الدین مرحوم کی تعزیت کے لئے گئے۔ جو کچھ دن قبل مدینہ منورہ کے جنت البقیع میں دفن ہو چکے ہیں۔ مرحوم کے مناقب اور دینی مزایا اور تبلیغی انہماک پر باتیں ہوتی رہیں۔ حاجی صاحب مرحوم علم و اہل علم کے قدردان رہے۔ حضرت گنگوہیؒ کے مرید تھے' پھر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے تجدید کی۔ ان کے صاحبزادے حافظ فرید الدین حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی سے بیعت ہیں اور یہ خاندان بے حد دیندار اور متواضع وملنسار

ہے وہاں سے واپس ہو کر برادرم سعید الرحمان اور میں کچھ دیر پٹیل پارک میں ٹہلتے رہے پھر دارالافتاء مدرسہ نیوٹاؤن آئے۔

مفتی محمد شفیع اور مولانا بنوری کی محفل: جہاں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع حضرت مولانا بنوری سے ملنے آئے تھے' ان کی عالمانہ گفتگو سے بے حد حظ حاصل ہوتا رہا۔ شام کے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کے ایک خط اور ان کے شائع کردہ مولانا عبدالحیؒ لکھنوی کی کتاب الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل کے بارہ میں گفتگو رہی' نیز ادارہ اشاعت التصریح بما تواتر فی نزول المسیحؑ مولفہ حضرت مفتی صاحب کے بارہ میں باتیں رہیں۔ مولانا بنوری نے فرمایا کہ کچھ عرصہ قبل مصر کے ایک صاحب نے عقیدہ نزول مسیح کے تردید میں ایک مقالہ اما سئموا من المسیح (کیا یہ لوگ نزول مسیح سے مایوس نہیں ہوئے) لکھا تو رد میں امام کوثری نے فوراً ایک زوردار کتاب لکھی۔ جس کا نام نظرۃ عابرۃ فی نزول المسیح قبل الاخرۃ رکھا۔ حضرت امام کشمیریؒ نے اس موضوع پر قابل قدر اور بے نظیر کام کیا مگر پھر بھی ایک خلاء باقی تھا جسے شیخ کوثری نے اس کتاب میں پُر کر دیا ہے۔ فرمایا کہ امام کوثری نے اس کتاب میں مفتی صاحب کے التصریح اور امام کشمیریؒ کے عقیدۃ الاسلام کا بھی کئی جگہ ذکر کیا ہے۔ مفتی صاحب نے ایک عجیب بات فرمائی کہ اس کتاب کے رد میں کتاب کا نام اما سئموا من القیامۃ والاخرۃ (کیا یہ لوگ قیامت اور آخرت سے مایوس نہیں ہوئے) رکھنا چاہیے تھا۔ الزامی لطیفہ خوب رہا۔ شیخ ابوغدہ پچھلے سال ایک تبلیغی سفر کے سلسلہ میں پاکستان آئے تھے تو دارالعلوم تشریف بھی لائے تھے۔ وہاں طلبہ کی طرف سے جلسہ ترحیب میں بندہ نے انہیں ایک طویل ترحیب پیش کیا جس کے جواب میں انہوں نے پون گھنٹہ تک عالمانہ عارفانہ اور مبلغانہ تقریر بھی فرمائی۔ اور پھر دارالعلوم کا پورا معائنہ کیا۔ مفتی صاحب سے میرا اور قاری سعید الرحمٰن صاحب کا بھی تعارف ہوا۔ فرمایا دونوں بزرگ زادے جمع ہوئے ہیں پھر فرمایا کہ وہاں دارالعلوم بھی کبھی آ جایئے۔

دوپہر کو جناب اقبال صاحب منظور صاحب کے دعوت میں گئے' ان کا مکان پیر الٰہی بخش کالونی نمبر ۴۸ ہے' یہ حضرات میرے پشاور کی طرف سے رشتہ دار ہیں۔ حاجی الطاف صاحب نے پشاور سے ہمارے آنے کی اطلاع دی تھی۔ وہاں ساڑھے بارہ بجے پشاور میں حاجی الطاف صاحب سے فون پر باتیں ہوئیں' ان کے گھر اور اپنے گھر کے احوال خیریت معلوم ہونے سے بڑا اطمینان ہوا۔

کلفٹن کی سیر: وہاں سے منظور صاحب ٹیکسی لے کر ہمیں سیر کے لئے کلفٹن (ساحلِ سمندر کراچی) لے گئے' راستے میں امریکی سفارتخانہ' میٹرو پول ہوٹل' فیریئر ہال' انڈیا سفارتخانہ کی عمارتیں دیکھتے ہوئے کلفٹن کے ساحل پر پہونچے۔ پہلی بار سمندر کی موجیں اور حدنظر تک نیلا سمندر اور پر نیلا آسمان دیکھ کر قدرت وعظمت خداوندی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ العظمۃ للہ والقدرۃ لہ تعالیٰ ملکوت السموات ذوالجلال والجبروت۔ سمندر کے ساحل کو حکومت نے ایک بہترین سیر گاہ میں تبدیل کر دیا ہے۔ مگر سیاحت کرنے والوں میں مردوزن کے اختلاط اور عورتوں کی ہنگامہ آرائیوں

سے فحاشی' بے حیائی اور بے پردگی کا ایک طوفان ہے جو سمندر کی موجوں کے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے۔ بے حیائی اور بے حجابی رنگ وبو کے جلوے ہیں جو ہر طرف اس عظیم کائنات بحروبر کے خالق کے انقطاع اور بغاوت کے ڈھنڈورے پیٹ رہے ہیں۔ واقعی اباحیت اور شہوانیت کے اس طغیانی میں ایمان اور دل کی حفاظت قبض علی الجمر اور خرط القتاد پر چلنے سے کم نہیں۔

عبداللہ شاہ غازی کا مزار: عصر کی نماز وہاں ساحل پر ایک مسجد میں پڑھی اور ساحل کی اونچی چوٹی پر ایک بزرگ کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ جسے ''شیخ عبداللہ شاہ غازی شہید'' نامی کسی بزرگ کو منسوب کیا جاتا ہے۔ اور مزارات اور درگاہوں کی طرح یہاں بھی چاروں طرف زائرین کے شرک وبدعات کے مظاہر دیکھ کر روح تڑپ اٹھی۔ افسوس کہ اس کا لازمی نتیجہ بجائے بالیدگی روح کے ژولیدگی روح وانقصباض نفس وخاطر ہی ہوتا ہے۔ بدعات کے اس طوفان فراوانی کو کس طرح روکا جائے۔ جبکہ یہاں آنے والے اکثر خود بدعات وحیوانیت کے ملے جلے سیلاب کے ریلے میں بہہ جاتے ہیں۔ قبر کے چاروں طرف چومنے چاٹنے اور ماتھے ٹیکنے والوں کا ایک جمگھٹا لگا رہا۔ قبر پر برابر پھول وغیرہ چڑھاوے ہو رہے تھے اس سب کچھ کے ساتھ ساتھ نئی تہذیب کے زوارات عورتیں اپنی بے حجابی و بے حیائی کے جلوے بھی چاروں طرف بکھیر رہی تھیں روح کے ساتھ جسم کے انسانی انداز حیا اور عفت کو کچلنے کا پورا سامان موجود تھا۔ اور خود کو وعید نبوی لعن اللہ الزوارات کا مورد بنا رہی تھیں۔ غالباً یہ بات تھی یا میرے اندازے کی غلطی ایک عجیب بات یہ دیکھ کر کہ قبر شمال وجنوب کی بجائے شرقاً ومغرباً تھی گویا میت کے پیر مشرق کی طرف اور چہرہ یا آسمان یا جنوب کی طرف ہوگا۔ سنت کی یہ صریح خلاف ورزی۔ معلوم نہیں کہ یہاں واقعی کوئی بزرگ مدفون بھی ہیں یا ویسے ہی ایک خوش عقیدگی کو حقیقت کی شکل دے دی گئی ہے۔ جیسا کہ اکثر جگہ ایسے وضعی امور اور غلط انتساب کو حقیقت کا رنگ دیا جا رہا ہے۔ کلفٹن سے واپسی پر صدر کے کیفی کیانی میں چائے پی وہاں کی چائے پہلے دن سے بڑی پسند آئی تھی۔ آج بھی اسی خاطر یہاں آئے اور پی کر طبیعت میں نشاط اور سرور محسوس ہوا۔ جناب منظور صاحب کو واپس کر کے میں اور سعید الرحمٰن گھومتے پھرتے رات کو آٹھ بجے نیو ٹاؤن پہونچے۔

۶/جنوری ۶۴ء: سعودی عرب کے سفیر شبیلی صاحب سے مولانا بنوریؒ کی معیت میں پون گھنٹہ تک ملاقات رہی۔ مختلف موضوعات پر بات چیت رہی اس سے قبل صبح مولانا ایوب جان بنوریؒ اور مولانا بنوری کے والد حضرت مولانا محمد زکریا بنوری سے ملاقات رہی۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی بھی نیو ٹاؤن آئے۔ ان سے بھی ملاقات کا موقع ملا۔

مولانا بنوری کا تعارفی خط: حضرت مولانا بنوری نے سعودی عرب کے سفیر کے نام تعارفی خط لکھا مگر بعد میں خود ہی ساتھ جانے کی زحمت فرمائی اس خط کا متن یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الی حضرة سعادة السفیر حفظه الله ورعاه . السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

یحضر عندسیادتکم عالمان احدهماالاستاذ القاری الحافظ سعید الرحمان خطیب مسجد جامع کبیر فی راولبندی والآخر الاستاذ سمیع الحق بن عالم کبیر مؤسس دارالعلوم الحقانیه فی اکوڑہ ختک فی مدیریة بشاور یریدان الحج والزیارة ولکن لوتبرعتم فی التاشیرة با الاقامة بدل الحج والزیارة لفازوا باخذا النقود من البنک وکانا ولکنت من الشاکرین وربما احضر بعد ساعة الی زیارتکم وفی الختام تقبلوا فائق احترامی واطیب تمنیاتی والسلام علیکم ورحمة الله . مخلصکم محمد یوسف البنوری

تعارفی خط سفارتخانہ لے جانے سے قبل نیوٹاؤن کے علاقہ میں مرکز صحت کے سنٹر میں جانا پڑا اور قرنطینہ کا ٹیکہ لگوانا پڑا۔ اس سلسلہ میں مجھے بڑی پریشانی ہوئی اگر راولپنڈی میں بعض احباب کی توجہ سے فائدہ لے کر یہ کام مکمل کر لیتا تو آسانی ہوجاتی مگر وقت کی تنگی کی وجہ سے موقع نہ ملا یہاں آ کر کوشش کی کہ جلد از جلد کوئی سرٹیفکیٹ بنا کر دے دے تاکہ اس کام سے تو اطمینان ہوجائے۔ مگر اس کوشش میں کامیابی نہ ہوئی اور بالآخر کے ایم سی کے اس سنٹر میں پہلا ٹیکہ لگوانا پڑا۔ اب دوسرا ٹیکہ اسی دن دوسرے ہفتہ میں لگانا ہوگا' ہم نے بہت ہی عجلت اور قدرے جلدی کا اصرار کیا مگر انہوں نے کہا کہ اصولاً ہم مجبور ہیں اور ڈبل ڈوز اس لئے بھی ضروری ہیں کہ عراق ایران' سعودی عرب جیسے ممالک میں لاکھوں لوگ مختلف ممالک سے جمع ہوتے ہیں اور ایسے ممالک اور ایسے مقامات کے ٹیکوں میں نرمی نہیں کی جاسکتی۔ بہرحال یہ ان لوگوں کی تدابیر اور سائنسی تہذیب کے کرشمے ہیں' ورنہ اصل مالک تو خدائے بزرگ و برتر ہیں' **لاطیرہ ولا عدوی فی الاسلام** ۔ ان سب تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود بھی ہر سال جن لوگوں کا اجل مسمی پورا ہو چکا ہوتا ہے وہ وہاں اپنی زندگی کے اوقات پورے کر کے خالق سے جاملتے ہیں۔ انسانی تدابیر سے قدرت کے فیصلے کہاں تک ٹل سکتے ہیں' حکمت خداوندی ہے کہ اس سفر عشق و محبت میں قدم قدم پر ابتلاء و آزمائش ہوتی رہی ہے۔ خوف و رجاء کا عالم طاری رہتا ہے' **والامر بیدالله وافوض امری الی الله**۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اور سلیمان ندوی کے مزارات:

ٹیکہ لگانے سے واپسی کے راستہ میں اسلامیہ کالج پڑتا ہے' جس میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا مزار ہے یہ کالج پہلے مولانا کے نام عثمانیہ کالج سے موسوم تھا' مگر یہاں احسان فراموشی کے جو دردناک مظاہرے ہوتے رہتے ہیں۔ اسی جذبہء ناشکری نے اس انتساب کو بھی برداشت نہ کیا۔ اور اب عثمانیہ کالج کا نام بدل دیا گیا ہے۔ کالج کے مغربی جانب ایک گمنام گوشہ میں حضرت علامہ شیخ الاسلام مفسر وقت محدث دوران نمونہ سلف علامہ شبیر احمد عثمانی محو خواب ہیں' قبر مرابیض سے مشید ہے چاروں طرف کالج کی اونچی اونچی عمارتوں میں مادیت کے سیلاب میں بہنے والے غافل قلوب کے نوجوانوں کے قہقہے اور گستاخیاں اپنے سرمستیوں میں مست غالباً اس محسن اعظم بانی پاکستان شیخ

الاسلام کی عظمت واحترام کا کسی کو احساس تک بھی نہیں اس اونچی عظیم بلڈنگ کی بجائے کاش مولانا کسی گورغریبان میں آسودہ خواب ہوتے' محسن فراموشی کا ایک حسرت ناک نمونہ سامنے دیکھا۔ مولانا عثمانی کے مزار پر فاتحہ پڑھی دل ان کے عظیم علمی وملی کارناموں کی عظمت سے لبریز تھا۔ مولانا کے تفسیر فوائد القرآن شرح مسلم فتح الملہم اور دیگر علمی مزایا و مساعی کا نقشہ ذہن میں ابھرا۔ سنا تھا کہ علامہ عثمانی کے پہلو میں مورخ اسلام علامہ وقت سید سلیمان ندوی بھی آسودۂ رحمت خداوندی ہیں' چاروں طرف مولانا کے اردگرد چاردیواری میں نگاہ ڈالی مگر کوئی دوسرا مرقد نہ پایا حیرانگی ہوئی' اتنے میں درمیانی مغربی دیوار سے پھاند کر دیکھا تو دیوار کے اس طرف علامہ ندویؒ کا مرقد نظر آیا۔

مزار کے لوح پر یہ کلمات کندہ تھے:	بسم اللہ الرحمن الرحیم.

کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

تاریخ الوصال : ۱۳.۲.۶۹

مفسر ومحدث اعظم ' قدسی اساس شیخ الاسلام

۱۳		۶۹		۱۹		۴۹

زاھد پاک فقیہ ملک جامع علوم مولانا شبیر احمد عثمانی .

امام العلماء المتقین رحمۃ اللہ علیہ.

۲۱.صفر ۱۳۶۹ مطابق ۱۳/ دسمبر ۱۹۴۹ء روز سہ شنبہ بمقام بغداد الجدید

<u>لوح مزار حضرت علامہ سلیمان ندوی</u>

قضینا علیہ الموت

مرقد انور . حضرت علامہ سید سلیمان ندوی علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۳		۷۳ ھ

کشودہ پر بہ تمنائے عالم باقی .		زخاکدان فنا رخت زندگی بربست

نشان صاحب عرفان بہ زیرخاک مجو		ببیں کہ "تخت سلیمان بہ لاج فردوس است"

ولادت: دیسنہ (بہار) جمعہ طلوع فجر ۲۳/صفر ۱۳۰۳ ھ بمطابق ۲۲/نومبر ۱۸۸۴ء

وفات: کراچی ۱۹۵۳ء' یکشنبہ بعد مغرب ۱۳۷۳ ھ بمطابق ۲۲/نومبر ۱۹۵۳ء

<u>۷/جنوری ۶۴ء :</u> کراچی کے ممتاز اور وقیع علمی ادارہ مجلس علمی دیکھنے گئے' مولانا بنوری کے داماد مولانا محمد طاسین اس کے انچارج ہیں ان سے مفید اور محبتوں سے بھرپور ملاقات رہی ان کے ہاں سے سفر حجاز اور کاروان حجاز برائے مطالعہ لئے' وہاں سے مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ دیکھنے گئے جو قریب تھا' مدرسہ بند تھا' مولانا زکریا[1] مدرس مدرسہ کے ساتھ

کچھ دیر ٹھہرے۔اس دن صبح ۹ بجے حبیب بینک حبیب سکوائر میں ۳ سو روپے زرضمانت جمع کرانے گئے۔مولانا بنوری ساتھ تھے اور مولانا نے میرے نام کا ۱۶ سو روپے کا چیک داخل کرایا۔ڈیپازٹ کی رسید لے کر سفارتخانہ آئے 'مولانا زین العابدین (۲) پشاور بھی ساتھ تھے۔تینوں پاسپورٹ سفارتخانہ میں جمع کرائے۔اب اللہ حافظ ہے گھر سے والد ماجدؒ اور مولانا شیر علی شاہ کے خطوط احوال خیریت اور مدرسہ تعلیم القرآن (حقانیہ ہائی سکول) کی نئی عمارت کی سنگ بنیاد رکھنے کی اطلاع سے بے حد خوشی ہوئی۔کھڈہ میں مولانا اوکاڑوی پر حملہ کرنے والے مکرانی اور بلوچستانی دو طلبہ بھی دیکھے' مدرسے کا عمومی دارالمطالعہ بھی دیکھا بعد از ظہر صدر ہوتے ہوئے ایئرپورٹ جانے کا اتفاق ہوا۔یورپین لوگوں کا ایک دوسرے سے ملنے کے وقت مرد وعورت کے سرعام بوس و کنار سے خوش آمدید کے بے شرم مظاہر دیکھنے میں آئے۔

اللہ اکبر اسلامی حکومت کا دارالخلافہ اور یہ مناظر؟

مولانا کا مجلس علمی میں: مجلس علمی کے وقیع کتب خانہ میں بعض کتابوں نے خاص طور پر اپنی طرف کھینچا۔جن میں دائرۃ المعارف للبستانی' محیط المحیط فرید و جدی کی دائرۃ المعارف الاسلامیہ' جمھرۃ البلاغۃ لابن درید اور ڈاکٹر حمید اللہ کی مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ فی العھد النبویؐ و الخلافۃ الراشدہ' وغیرہ

۸رجنوری ۶۴ء : نو بجے مولانا بنوری کے ہاں نشست رہی۔مولانا نے وائٹ جیسمین چائے خود اپنے ہاتھ سے بنا کر پلائی پر لطف چائے پھر مولانا کے ہاتھوں سبحان اللہ۔تین فنجان میرے حصہ میں آئے۔

دائرۃ المعارف کا مصنف بستانی: علمی گفتگو رہی' فرمایا دائرۃ المعارف کے بستانی سب عیسائیوں میں کٹر متعصب ہیں مگر توحید و رسالت کا بڑا مواد اس میں بھرا ہوا ہے' مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے ضرب الخاتم میں اس کے کئی جگہ حوالے دیئے ہیں۔معجم المصنفین میں آدم اول کے بعد آدم ثانی یعنی آدم بنوری کے حالات ہیں۔مجھے سب سے پہلے یہ اطلاع مولانا شیروانی (۳) نے دی تھی جبکہ ابھی کتاب چھپی نہ تھی۔

مزار قائد اعظم: ظہر کے بعد برادرم احمد الرحمٰن (۴) کے ساتھ مسٹر جناح لیاقت علی خان' سردار عبدالرب نشتر کے

---

(۱) حضرت مولانا محمد زکریا کراچی جنہیں ۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں فوج کے ریڈ لائن کو عبور کرنے سے بڑی شہرت ملی' کراچی میں مدرسہ فیڈرل بی ایریا میں ادارہ قائم کیا۔

(۲) پشاور کے جامعہ اشرفیہ کے جید مدرس' بڑے وضعدار اور اللہ والے بزرگ جو وفات پاگئے ہیں۔

(۳) مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھی' مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی جن کی دوستی اور علم پر ''غبار خاطر'' شاہد عدل ہے۔

(۴) مولانا مفتی احمد الرحمٰن' مہتمم جامعہ نیو ٹاؤن' میرے ہم سفر قاری سعید الرحمٰن کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالرحمٰن محدث کاملپوری کے فرزند۔

مزارات اور مجوزہ مقبرہ کو دیکھا' اتفاق سے اس وقت مقبرہ پر مقبوضہ کشمیر میں موئے مبارک چوری ہونے کے واقعہ پر مظاہرین احتجاج کر رہے تھے اور جلسہ ہو رہا تھا۔ مقبرہ قائداعظم کے پچھلے حصہ میں گئے چار راستے ہیں' چودھری فضل القادر نے کل پھول چڑھائے' ۴ بجے ڈاکٹر عبدالقوی طارق جہانگیروی سول ہسپتال سے آ کر ہمیں سیر و تفریح کے لئے لے گئے' ہڑتال کی وجہ سے اکثر بازار بند تھے' لطف نہ آیا ساڑھے سات بجے رات واپس ہوئے۔

۹/جنوری ۶۴ء : صبح مولانا بنوری کا خط عبدالقوی حیدر آبادی کے نام لے کر سعودی سفارتخانہ گئے۔ وہ بجائے ۱۴ کے کل ۱۰ جنوری کو ویزا دینے پر آمادہ ہوئے۔ ایک بجہ تک سفارتخانہ کے چکر کاٹنے میں لگے رہے۔

۱۰/جنوری ۶۴ء : صبح سفارتخانہ گئے۔ خدا خدا کر کے ویزا ملا والحمدللہ۔ اختر حسن صاحب[1] کو پاسپورٹ مزید کاموں کے لئے دیئے' پھر جیکب لائن میں مولانا احتشام الحق تھانوی کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی۔ شعائر اللہ کے ضمن میں حج مناسک حج اور رمضان پر تقریر تھی' بڑا لطف آیا عظیم مجمع تھا' صدر ہوتے ہوئے نیوٹاؤن آئے مدرسہ کے شعبہ تصنیف میں بیٹھے رہے اخبارات و رسائل اور کئی کتابیں دیکھیں مثلاً ذیل کشف الظنون ج ۲۔

۱۱/جنوری ۶۴ء : صبح اختر حسن صاحب کے پاس ان کے دفتر گئے جو خود ہمیں کار میں امور سفر کے سلسلہ میں لے گئے' ہمیں اطمینان دلایا کہ دوپہر کو کام مکمل ہو جائے گا۔ واپسی میں گاندھی گارڈن کا چڑیا گھر دیکھا' سیرگاہ کی سیر کی۔ ۵/ بجے ڈرگ روڈ گئے جہاں مسجد قادر محمد علی سوسائٹی کے امام و خطیب مولانا عبدالمالک کی دعوت عشاء میں شرکت کی' جو دارالعلوم حقانیہ کے فاضل ہیں' درس قرآن ہمارے پہونچتے ہی روک دیا' بڑے تپاک سے ملے' واپسی میں بنگلور ٹاؤن میں مولانا ہدایت اللہ صاحب جہانگیروی سے ملاقات ہوئی' وہاں ان کے چھوٹے بھائی ہمارے بچپن کے دوست نابینا حافظ افضال اللہ بھی موجود تھے' بڑی خوشی ہوئی' یہ دونوں حضرت مولانا لطف اللہ صاحب جہانگیرہ کے صاحبزادے ہیں' اور ہمارے پڑوسی جہانگیرہ کے باشندے اور میرے ننھیال کے پڑوسی ہیں۔ مذکورہ الصدر ڈاکٹر عبدالقوی ان کے برادر اصغر ہیں۔ یہ سب جناب قاضی حسین احمد کے فرسٹ کزن ہیں۔

۱۲/جنوری ۶۴ء : نیوٹاؤن کے مرکز صحت میں قرنطینہ کی وجہ سے دوسرا ڈوز لیا۔ کل ان شاء اللہ سرٹیفکیٹ ملے گا' دفتر داخلہ گئے اختر حسن صاحب سے ملے' انہوں نے گلوب ٹریول سروس بھی بھیجا' انہوں نے کرنسی کے لئے فارم بھروا کر

---

(۱) الحاج اختر حسن صاحب جو بڑے بڑے عہدوں سے ہوتے ہوئے وزارت داخلہ کے سیکرٹری کے منصب تک پہونچ کر ریٹائرڈ ہوئے اکابر حضرات سے بے حد تعلق رہا اسلام آباد میں جامعہ فریدیہ قائم کیا۔ ریٹائرڈ ہونے پر کراچی جا رہے تھے تو حضرت والد ماجد اور مجھے اسے سنبھالنے کی خواہش ظاہر کی مگر میں نے ذمہ داری سنبھالنے سے معذرت کی۔ انتظام مولانا عبداللہ شہید خطیب لال مسجد کے حوالہ کیا' کراچی کی ڈائری میں ان کا ذکر جگہ جگہ آئے گا' یہ ہر مرحلہ پر ممد و معاون رہے۔

داخل کرائے جس کی قرعہ اندازی ۲۰ رجنوری کو ہو رہی ہے' وہاں سے اختر صاحب کے تعارف اور سفارش پر پاسپورٹ آفس گئے' گیارہ روپے کا پوسٹل آرڈر دے کر ارجنٹ طور پر قاسمی صاحب نے اس وقت بحرین کا انڈورسمنٹ کرایا جس کے بغیر وہاں جانا ممکن نہیں تھا۔ ۲ بجے مدرسہ نیوٹاؤن واپس ہوئے۔

مفتی محمد شفیعؒ کا مدرسہ اور ملاقات: ۵ ربجے حضرت مفتی محمد شفیع کا مدرسہ دیکھنے لانڈھی گئے مولانا عبدالحفیظ صاحب نے چائے پلائی پھر ان کے ساتھ مولانا اکبر علی صاحب سے ان کے گھر میں ملے جو برادرم قاری سعید الرحمٰن کے استاذ تھے جو مظاہر العلوم سہارنپور کے استاد رہ چکے تھے۔ سات بجے شام مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مدرسہ کے احاطہ میں شاندار مکان تھا۔ مہمان خانہ بھی سجا سجایا تھا مفتی صاحب سے معلوم ہوا کہ انہوں نے عمر بھر میں لاکھ سوا لاکھ تک فتوے لکھے ہیں۔ دیوبند کے زمانے کے فتوے ستر ہزار ہوں گے جس کا کچھ حصہ امداد المفتیین کے نام سے سات آٹھ جلدوں میں شائع ہوا اور ۳۰۔۴۰ ہزار تک فتوے یہاں لکھے گئے' فرمایا پہلے میں بہت تفاصیل سے جواب لکھا کرتا تھا اور بعض مسائل پر تو بہت زوردار لکھا' مگر اب بہت اختصار اور اجمال سے کام لیتا ہوں۔ لاؤڈ اسپیکر میں نماز کے بارہ میں ان کی نئی تحقیق کا دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ پہلے فتویٰ جواز بلا کراہۃ کا تھا مگر اب کی تحقیق کے بعد جواز مع الکراہۃ کا میں نے دیا ہے خلاف اولیٰ ہے۔

تفسیر معارف القرآن: معارف القرآن کے بارہ میں فرمایا کہ ریڈیو پر عمیق علمی مباحث والی آیات یا فرقہ وارانہ پہلو پر بحث کو چھوڑ دیتا ہوں۔ مگر اب کی ترتیب واشاعت کے لئے ان آیات کے علمی مباحث کی تفصیل کر دی ہے' جس کے بعد پوری تفسیر کی اشاعت کا انتظام ہوگا' حضرت مفتی صاحب نے ایک نیا مطبوعہ رسالہ ایک عالم کے ساتھ ایک شام بھی ایک ایک دیا' نماز سے قبل ہم نے رخصت لی اور واپس ہوئے۔

۱۲ رجنوری ۶۴ء بروز اتوار: آج مسلح افواج کا دن ہے کیماڑی ہو کر منوڑہ جانا ہوا۔ بندرگاہ دیکھنے کا ایک دوست کے ساتھ پروگرام تھا۔ ملکی اور غیر ملکی جہاز دیکھے کہیں تارپیڈو لگے ہوئے تھے' ڈاکیارڈ ویسٹ وہارف میں جنگی جہاز بھی دیکھے۔ شام کو نیوٹاؤن واپسی ہوئی۔

مولانا عاشق الٰہی: مولانا عاشق الٰہی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دارالتصنیف میں ذیل کشف الظنون ج ۲ اور بعض کتابوں کی ورق گردانی کرتے رہے۔

۱۴ رجنوری ۶۴ء: صبح مرکز صحت سے ٹیکوں کا سرٹیفکیٹ لیا۔ پھر بی آئی کمپنی (بحری جہاز کی) گئے' معلوم ہوا کہ ۱۶ رجنوری کو جانے والا فُل ہے۔ ۲۴ رجنوری والے جہاز کے لئے بھی ایک ہزار تک بکنگ ہو چکی ہے' اللہ فضل فرمادے' بحرین کے ویزے کے لئے برطانوی سفارتخانہ جا کر فارم داخل کرائے' انہوں نے ۱۶ رجنوری کو ویزا دینے کا وعدہ فرمایا۔ مولانا زین العابدین کا فارم بھی جمع کرایا۔ جناب اختر صاحب کے فون پر سٹیٹ بینک گئے عظیم عمارت تھی' لفٹ

میں تیسری منزل جا کر سینئر کنٹرولر بینک سے کرنسی کے سلسلہ میں ملاقات کی' انہوں نے ممکنہ امداد کا وعدہ فرمایا اور ۲۲ تک قرعہ اندازی کا انتظار کرنے کا کہا' نیو ٹاؤن آئے مولانا شیر علی شاہ کا مفصل خط ملا۔

مولانا بنوری کی صاحبزادی کی شادی: مولانا بنوری کی صاحبزادی کی مولانا ایوب جان بنوری پشاور کے لڑکے صاحبزادہ خالد جان سے منگنی کی تقریب میں شرکت کی' بعد از عصر دارالافتاء والتصنیف میں بیٹھے مولانا غلام محمد بی اے مدیر بینات سے ملاقات اور بات چیت رہی۔ مولانا شیر علی شاہ کو خط لکھا۔

۱۵ر جنوری ۶۴ء: صبح مولانا بنوری کے ساتھ ان کی بیٹھک میں پر لطف اور معلوماتی مجلس رہی۔

مولانا بنوری کا پہلا حج اور سفر مصر: انہوں نے اپنے پہلے حج کا ذکر کیا اور فرمایا کہ شعبان میں میری شادی ہوئی اور شوال میں حج پر جانا پڑا۔ وہاں سے مصر اور ترکی وغیرہ گیا' مصر میں ایک کتاب فیض الباری شرح بخاری کی طباعت کے سلسلہ میں ٹھہرنا پڑا مگر ہمیں پیسوں کی قلت نہ ہوئی۔ افریقہ سے ہمارے لئے خطوط گئے تھے اور مصر پہونچنے سے قبل خرچ پہونچ گیا تھا' مولانا بنوری صاحب حبیب سکوائر میرے چیک تڑوانے گئے اور ہم اختر حسن صاحب کے ہاں گئے انہوں نے کرنسی کے لئے اپنی کوششوں کا ذکر کیا اور گلوب ٹریول سروس کو دو ٹکٹ بک کرانے کا فون کیا۔ ۲ بجے مولانا بنوری کے ساتھ کار میں ہم دونوں ان کے ایک گجراتی دوست کی دعوت میں شرکت کرنے صدر گئے' پر تکلف کھانے پر خوب علمی مجلس رہی۔

مولانا بنوری کی مصری لہجہ میں گفتگو: مولانا نے مصری استاذ سے مصری لہجہ میں عربی میں پر لطف باتیں کیں۔ مصری عوامی لہجہ پر گفتگو رہی' کھانے میں سموسہ کے بارہ میں علمی لطائف بیان ہوئے' مصری استاد کا اصرار تھا کہ یہ اصل میں سموسہ ہے' مولانا فرمارہے تھے کہ تمہارا لفظ محرف ہے سموسہ لفظ صحیح ہے۔ وجہ تسمیہ سہ موسہ (تین منہ ہیں کہ یہ مثلث کی شکل میں ہے) وہاں سے ساڑھے تین بجے مولانا کے ساتھ واپس ہوئے۔

مفتی ولی حسن: دوپہر کو دارالتصنیف میں مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی سے ملاقات رہی وہ دیوبند میں والد صاحب کے شاگرد رہے ہیں۔ ان سے طحاوی شریف بھی پڑھی ہے' یہاں منکر حدیث پرویز کے بارہ میں گفتگو رہی' انہوں نے رسالہ تکفیر پرویز کا دوسرا مفصل ایڈیشن ہم دونوں کو ایک ایک نسخہ دیا۔ شام کو تفریحاً صدر گئے' کیفے کیانی میں چائے پی جو بہت خوش ذائقہ ہوتی ہے' سفر کے لئے تھرماس خریدا' مولانا شیر علی شاہ صاحب اور حاجی الطاف پشاور کو خطوط لکھے۔

۱۶ر جنوری ۶۴ء: حسب معمول مولانا بنوری کے ہاں ناشتہ پر صبح کی مجلس رہی۔

مولانا حبیب اللہ گمانویؒ: حضرت علامہ کشمیریؒ کے شاگرد مولانا حبیب اللہ گمانوی سے بھی ملاقات رہی وہ بھی اس راستہ سے حج کا سفر کرنا چاہتے ہیں (بعد میں ایک ہی جہاز میں ہم شریک سفر رہے) پھر برطانوی سفارتخانہ گئے وہاں کے عملہ کی بیکاری بدعہدی بداخلاقی کی وجہ سے آج بھی ویزا نہ مل سکا۔ حالانکہ وعدہ کیا تھا' ان لوگوں کے ظاہری ٹیپ

ٹاپ پر ہرگز دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔ سور اور شراب کھانے والوں میں کہاں شریفانہ اخلاق آسکتے ہیں۔ ظہر کے بعد پریشانی اور تھکاوٹ کے عالم میں سوئے۔ رمضان المبارک کا چاند نظر آیا' تراویح شیخ مصری کے پیچھے پڑے' سوا دو گھنٹے میں سوا پارہ سنایا' فن قراءت کے لحاظ سے بہترین تلاوت تھی مگر زیادہ وقت لینے کی وجہ سے اکثر لوگ اکتا گئے۔

۱۷ر جنوری ۶۴ء : مولانا زین العابدین اور سعید صاحب سمیت ویزا کے لئے برطانوی سفارتخانہ گئے بحمدللہ بحرین کا ویزہ ہمارے بار بار تحریک و تذکیر سے مل ہی گیا نماز جمعہ نیوٹاؤن میں شیخ بنوری کے پیچھے پڑھی' صیام رمضان کی وجہ سے پوری مسجد بھر گئی تھی' ظہر کو سوئے' مولانا عبدالماجد دریابادی کا سفرنامہ حجاز پڑھا' افطار مدرسہ نیوٹاؤن کے خادم خاص حاجی عبداللہ صاحب بلوچستانی کے ہاں ہوا۔ (جن کا بعد میں مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا)

۱۸ر جنوری ۶۴ء : صبح امیگریشن مہر لگوانے حبیب سکوائر گئے بحمدللہ دس بارہ منٹ میں یہ کام پورا ہوا۔ وہاں سے بی آئی کمپنی گئے' ٹکٹوں کے لئے نام رجسٹرڈ کروائے' خدا کرے کہ ۲۴ جنوری کے جہاز میں روانگی ہو جائے۔ سفرنامہ حجاز کا مطالعہ جاری ہے جو سفر حج کے لئے مزید مہمیز کا کام دے رہا ہے۔

مولانا عبدالغفور عباسیؒ افطار کے بعد مسجد غفوری گئے تراویح کو جاتے ہوئے حضرت مولانا عبدالغفور عباسی سے راستہ میں ملاقات ہوئی بڑے خوش ہوئے' سینہ سے لگایا پشاور میں حضرت والد ماجد' مولانا شیر علی شاہ' جناب ناظم صاحب اور حاجی کرم الٰہی صاحب سے اپنی ملاقاتوں کا ذکر کیا اور کہا کہ مولانا نے اکوڑہ نہ جاسکنے کی مجبوریوں کو محسوس کیا تھا واپسی میں ٹرام کا پہلی بار تجربہ ہوا۔ میمن مسجد میں تراویح کا دلفریب نظارہ دیکھا واپس ہوئے تو حضرت قاری عبدالحلیم صاحب (۱) اور قاری الیاس سے ملاقات رہی جو ملنے آئے تھے۔

۱۹ر جنوری ۶۴ء: والد ماجد مدظلہم کا خط ملا احوال خیریت کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ چار پانچ گھنٹہ تک علاقہ اور گاؤں میں برف گری جو نئی بات تھی' پشاور سے سسرالی عزیزوں کے خطوط ملے اور جوابات لکھے' مولانا عبدالغفور مدنی نے ۱۱۔۱۲ بجے آنے کا کہا تھا مگر مجبوراً یا سستی کی وجہ سے نہ جاسکے' برادرم عبداللہ کاکاخیل کو مدینہ منورہ خط لکھا

مولانا محمد زکریا بنوریؒ : دارالافتاء میں حضرت بنوری کے والد مولانا زکریا بنوری کیساتھ باتیں ہوتی رہیں جو بے پناہ شفقت اور محبت کرتے ہیں' دیر تک اپنی زندگی کے حالات اور لکھے گئے معاملات اور رسالات کا ذکر کرتے رہے۔ مقالات تصوف کی کتاب ''المبشرات'' جس کا زیادہ حصہ مقدمہ اور مبادی پر مشتمل ہے' وغیرہ کا ذکر کیا جو سب غیر مطبوعہ ہیں' فی الحال ان کی تالیف محمد مصطفیٰ زیر بحث تھی جو بقول ان کے خطبات مدراس کا چربہ ہے جو انہیں بڑی پسند

(۱) قاری صاحب کاکاخیل دارالعلوم حقانیہ سے فارغ ہوئے پھر حقانیہ میں تدریس تجوید کی ذمہ داری سنبھالی' ناچیز نے بھی کسی حد تک ان سے قراءت میں استفادہ کیا' قاری الیاس تاجک ان کے چھوٹے بھائی ہیں' علم قراءت میں این خانہ ہمہ آفتاب است۔

آئی اور نام کسی قادیانی کی کتاب سے مستعار لی ہے۔ کیونکہ یہ نام حضور ﷺ کی تعریف میں انہیں بہت پسند ہے۔

مولانا حامد: ناظم کتب خانہ مولانا حامد صاحب سے دیر تک باتیں رہیں وہ مدارس عربیہ کے نظام پر گفتگو کر رہے تھے' ان کے خیال میں تنزل کی وجہ یہ ہے کہ ذہین لوگ اور کچھ غیر خاندانی افراد اس لائن میں لگ جاتے ہیں۔ جن کا منتہائے پرواز وعروج صرف کسی مسجد کی امامت ہوتی ہے۔ یہ صاحب حضرت مولانا بدر عالم زیلی مدینہ طیبہ کے بھائی ہیں' بار بار اصرار سے کہتے رہے کہ یہاں کے اصلاحات اور ہماری مفید چیزوں کو بالتفصیل دیکھ لیں' تاکہ کام آسکیں مولانا زین العابدین اور مولانا فضل احمد صاحب' صدر مدرسہ عربیہ لکی مروت ملاقات کے لئے آئے جلد ٹکٹ کے حصول میں کسی ذریعہ سے مدد کا وعدہ فرمایا' بعد از ظہر بھی ان حضرات کے ساتھ مجلس رہی۔

مفتی جمیل خان شہید کے والد: ڈھائی بجے حاجی عبدالسمیع پشاور سے ان کے صاحبزادے محمد جمیل خان کے ساتھ ملنے گئے یہ حضرات میرے پشاور کے سسرالی عزیزوں میں سے ہیں' مکان نیو ٹاؤن کے مسجد سے قریب تھا۔

کراچی حج کیمپ کی حالت زار: سوا تین بجے قاری سعید اور مولانا منظور احمد چنیوٹی سمیت حج کیمپ جانا ہوا۔ پولیس کھڑی تھی اور کیمپ کو جیل خانہ بنا رکھا تھا اجازت لیکر اندر گئے عمارت نامناسب تھی۔ لوہے کے چادروں سے ڈربے جیسے بنا کر حاجیوں کو اس میں دھکیل دیا گیا ہے اکثر حاجی باہر خیموں اور راستوں میں پڑے ہوئے ہیں درمیاں میں ایک مختصر سا چبوترہ مسجد کے طور پر استعمال ہو رہا تھا جو بالکل ناکافی تھا۔ وضو اور غسل وغیرہ کا انتظام بھی غیر معقول تھا ایک ٹنکی والی لاری سے حاجی پانی لے رہے تھے اور بھیڑ لگی تھی بعض حاجی حضرات تو کھلے میدان میں بسترے ڈالے ہوئے تھے۔ مرد وزن کا اختلاط پردے کا نظام ناپید یہ سب حکومت کی مذہب سے کھلی بے اعتنائی کا کھلا ثبوت ہے سنا ہے کہ تھوڑے عرصہ میں یہ کیمپ تین جگہ تبدیل ہوتا رہا کیمپ میں تبلیغی حضرات نے قبل از عصر گشت کیا اور لوگوں کو نماز میں شرکت کی دعوت دی بعد از نماز اکثر مسجد سے نکل آئے اور چند ہی تبلیغی حضرات کے تقاریر سننے بیٹھے رہے اکثر سفر کی اہمیت سے بے خبر نمازوں سے غافل فضول مشاغل اور اکل وشرب میں منہمک تھے معلوم ہوا کہ بعض خیموں میں تو ریڈیو بجا کر دل بہلاتے ہیں۔ ہمارے حاجی مظاہر صاحب بجنوری تاجر چائے ہمارے خسر محترم پشاور کے حاجی کرم الٰہی صاحب کے تجارت کو کراچی میں دیکھتے ہیں بار بار دعوت اور اصرار پر آج لینے آئے قاری سعید الرحمان احمد الرحمان، مولانا منظور احمد چنیوٹی کو بھی ساتھ لیکر ان کے مکان پیر الٰہی بخش کالونی گئے پر تکلف افطار و طعام کا انتظام تھا۔ مغرب ساتھ والی مسجد میں پڑھی ۲ بجے ان سے، واپس ہوئے تراویح قاری سعید کے پیچھے یادگار آزادی پارک ظفر شاہ ٹاور کے لان میں پڑھی طیب مسجد زیر تعمیر تھی۔

مصری استاذ کے ہاں مجلس قرات: بعد از عشاء استاذ مصری قاری کے ساتھ ان کے مکان میں نشست رہی۔ قاری الیاس قاری عبدالحلیم حقانی قاری سعید اور پھر قاری مصر نے تلاوت کی قاری مصر نے انتہائی محبت وحسن اخلاق

سے خشیف سے تواضع کی جو ایک مصری مشروب ہے زبیب تمر اور تین وغیرہ کا بہترین حلوہ کھلایا۔

تفضلوا کا ایک لطیفہ: کچھ دیر بیٹھ کر ان کے آرام کے خیال سے رخصت لینی چاہی تو ایک لطیفہ بن گیا۔ ہوا یہ کہ ہمارے اجازت لینے پر انہوں نے فرمایا تفضلوا۔ ہم سمجھے کہ ان کی خواہش تفضلوا سے مزید بیٹھنے کی ہے ہم دوبارہ جم کر بیٹھ گئے ۔ کچھ دیر پھر یہ صورتحال ہوئی اور تیسری بار پھر یہ عقدہ کھلا کہ تفضلوا سے ان کی مراد اجازت دینا تھا مگر ہم اسے برائے مہربانی مزید ٹھہرنا سمجھ رہے تھے۔ مجلس میں مسجد طیب کے امام وخطیب مولانا شجاع الملک بھی تھے انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کے والد ماجد سے دیو بند میں ہدایہ اولین پڑھی ہے۔ شیخ بنوری سے قبل العصر دو چار منٹ کی ملاقات ہوئی عصر کی نماز ہم نے حج کیمپ میں حجاج کرام کے ساتھ پڑی بڑا روح پرور ماحول تھا۔

۲۰ جنوری پیر ۴ رمضان المبارک: صبح نو بجے سعودی سفارتخانے گئے۔ کل انہوں نے شہادۃ الاعفاء دینے کا وعدہ فرمایا تھا (جو بہت سے سفری قواعد اور پابندیوں اور ٹیکسوں سے معافی کا سرٹیفکیٹ ہوتا ہے) آج انہوں نے دوسرے فوٹو کا مطالبہ کر دیا جو ہمارے ساتھ موجود تھا تھوڑی دیر بعد شہادۃ الاعفاء کی دو دو کاپیاں بند لفافے میں دیدیں ۔ یہ ایک خصوصی اعزاز ہے سفارتخانہ کی طرف سے مولانا بنوری کی معیت میں ملاقات کے وقت سعودی سفیر شبیلی صاحب نے یہ وعدہ فرمایا تھا پھر ان کے جانے کے بعد مولانا نے فوزان صاحب کو یاد دہانی کرائی اس شہادۃ سے داخلہ ریاست کا قرنطینہ اور تقریباً ۷۰ ریال بھی معاف ہو جاتے ہیں مگر بڑی سہولت یہ کہ وہاں سفری نقل وحمل میں پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ آج سفارتخانہ کے عملہ کا رویہ بھی نرم اور شریفانہ تھا مولانا زین العابدین موجود نہیں تھے نہ ان کا فوٹو تھا اب ان کا کل ملے گا یہاں دفاتر کا ہر ہر لمحہ مشکلات سے خالی نہیں کرنسی کے قرعہ اندازی کا اعلان تھا ہم بھی سٹیٹ بنک کے شاندار عمارت گئے لفٹ اور خود کار بجلی کی سیڑھیاں سائنسی ترقی کی گواہی دے رہی تھیں بظاہر سہولت مگر اس سائنسی ترقی نے انسان کے جوارح واعضاء کے ساتھ اس کا قلب وفکر بھی مفلوج بنا کر رکھدیا ہے پانچویں منزل میں بنک کی شاندار لائبریری دیکھی درخواست والوں کا ہجوم تھا انہوں نے پھر کل پر ٹرخایا کہ بنگال میں بلووں کے وجہ سے وہاں کا کوٹہ نہیں آیا اب کل قرعہ اندازی ہوگی۔

مولانا فضل احمد کی مروت:

ٹکٹ کے سلسلہ میں کل مولانا فضل احمد صاحب سے میمن مسجد میں ملنے کا وعدہ تھا وہاں پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھی مولانا زین العابدین بھی آگئے مولانا فضل احمد صاحب ٹکٹ کے سلسلہ میں دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے تھے خدا کرے کامیابی ہو جائے کچھ دیر مسجد سے باہر لان میں آرام کیا ۴ بجے بارش شروع ہوئی نیو ٹاؤن تک راستہ بارش میں طے کیا موسم عجیب ہو گیا بہار کی سی خنکی ہوا میں پیدا ہوگئی۔

مولانا عباس مدنی کے ساتھ تراویح اور مجلس ذکر میں:

افطار اور نماز مغرب کے بعد غفوری مسجد گئے مولانا عبدالغفور مدنی کے ساتھ تراویح پڑھی۔ حافظ نے تین پارے سنائے دس بجے ان کے بھتیجے نے ان کے ساتھ ملایا بڑے خوش ہوئے۔ منبر پر تشریف فرما ہوئے ہم بالکل سامنے ہی بیٹھ گئے گلاس کا بقیہ پانی پینے دیا منبر پر بھی چند بار خصوصی توجہ کے جملے ادا فرمائے۔ ثناخواں مدینہ جمیل صاحب نے مدینہ کے بارہ میں پراثر نظم پڑھی پھر مولانا نے وظائف اذکار کے ساتھ پچاس ساٹھ آدمیوں کو بیعت فرمایا بیعت کی ضرورت وحقیقت پر خطاب فرمایا اور عجیب وغریب دعائیں ہوئیں مراقبہ بھی ہوا کافی مجمع تھا۔ جاتے وقت حضرت نے تاکید کی کہ کل شام افطاری کیلئے یہاں غفوری مسجد میں حاضر ہوں رات ساڑھے گیارہ بجے غفوری مسجد سے واپس ہوئے۔

۲۱ جنوری منگل ۵ رمضان المبارک: صبح حضرت مولانا بنوری کے درس قرآن میں شرکت کی آیات کے ضمن میں صفات مختصہ ربانی اور نفی عن ماسویٰ اور اختصاص علم وغیرہ زیر بحث رہے۔

مولانا محمد شریف جالندھری:

درس کے بعد مولانا محمد شریف [1] ابن مولانا خیر محمد صاحب سے ملاقات ہوئی جو خیر المدارس میں ہمارے قاری سعید الرحمان کے استاذ رہ چکے ہیں انہوں نے میرا تعارف کرایا انہوں نے حضرت والد ماجد سے اپنی پہلی ملاقات کا ذکر کیا اور کہا کہ مولانا دیوبند سے جالندھر مدرسہ کے امتحانات کے لئے تشریف لائے تھے۔ مولانا عبدالشکور صاحب مرحوم جن کا مدینہ میں انتقال ہوا تھا وہ بھی ان کے ساتھ تھے ان حضرات نے مدرسہ کے امتحانات لئے۔ مولانا زین العابدین کا شہادۃ الاعفاء حاصل کیا۔ مولانا فضل احمد صاحب سے میمن مسجد میں ملاقات کی ٹکٹ کے سلسلہ میں لگے رہے پی آئی کمپنی آئے مگر کام نہ ہوسکا

مولانا عبدالغفور مدنی کی صحبت میں:

افطار کیلئے حسب وعدہ مولانا عبدالغفور مدنی کے ہاں غفوری مسجد گئے پھر ان کے ساتھ کار میں ایک دعوت میں شرکت کرنے گئے افطار اور دعوت میں مولانا مدظلہ کے پہلو میں بیٹھنے اور ان کے بار بار توجہ کا شرف بھی حاصل ہوتا رہا۔ دعوت کے بعد میزبان اور ان کے عزیز واقارب بیعت ہوئے مولانا نے امر بالمعروف بیعت وغیرہ پر پراثر خطاب کیا مولانا نے اعفاء اللحیۃ اور ترک منکرات پر بلاخوف لومۃ لائم بے حد زور دیا اور حاضرین سے وعدہ لیا وہاں سے کار میں جیکب لائن گئے۔ مولانا احمد الرحمان کو نیوٹاؤن اتارا

---

(۱) مولانا خیر محمد صاحب کے فرزند اور خیر المدارس کے موجودہ مہتمم مولانا محمد حنیف جالندھری کے والد ماجد

مولانا احتشام الحق تھانوی: مولانا احتشام الحق کے پیچھے تراویح پڑھی نماز کے بعد ملاقات ہوئی فرمایا چلئے گھر تھوڑی دیر بیٹھتے ہیں ڈیڑھ گھنٹہ ان کے ساتھ نشست رہی چائے اور پان کا دور چلا کافی حضرات تھے نئے روشنی کے ایڈیٹر وغیرہ بھی تھے سیاسیات اور خود رجال سیاست پر گفتگو رہی۔ چودھری خلیق الزمان مسٹر جناح خواجہ ناظم الدین مجید نظامی وغیرہ زیر گفتگو آئے۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب کا پُر سوز کلام مولانا نے مزے لیکر سنایا۔ شمع خاک کا ڈھیر ہوا۔ الخ مولانا کو منزل سنانے میں جگہ جگہ تشابہ ہو جاتا تھا فاتح بار بار فتح دیتے پھر بھی مولانا کی خوش آوازی اور سوز و درد سے بھر پور لہجہء تلاوت کے وجہ سے لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے واپس آ کر راحت ولطف کے بستروں پر قبضہ جمانے سے زحمت وکلفت دور ہوئی۔

۲۲ جنوری بدھ ۶ رمضان المبارک: صبح بی آئی کمپنی جانا ہوا۔ ٹکٹ نہ ملا جدوجہد جاری رہا سٹیٹ بنک گئے کرنسی کے ریزلٹ میں نام نہ نکلا۔ ندوی صاحب کنٹرولر بنک سے ملے انہوں نے کل دس دس پونڈ کرنسی کا وعدہ کیا بڑے خوش اخلاق شخص ہیں۔ اختر صاحب سے بھی ملے انہوں نے کہیں سے قیمتاً بازار سے پونڈ مہیا کرنے کا وعدہ کیا

سفر عشق ہے مذاق نہیں:

بعد از عصر مولانا بنوری ملے اور احوال پوچھے عرض کیا تو فرمایا یہ سفر عشق ہے مذاق نہیں استقامت کی ضرورت ہے۔

۲۳ جنوری جمعرات ۷ رمضان المبارک: صبح سویرے بی آئی کمپنی جا کر لائن میں کھڑے ہوئے۔ ۹ بجے نمبرون کے ترتیب سے ٹکٹ شروع ہوئے ہمارے نمبرات رجسٹریشن نمبر ۷۰۲، ۷۰۳ تھے چٹ ملا اور بالآخر اللہ کے فضل سے ساڑھے بارہ بجے ٹکٹ ملا ہم دونوں نے بحرین تک ریٹرن ٹکٹ خریدا اس طرف سے بمعہ چارپائی اور واپسی ڈیک (عرشہ) کا تھا۔ سٹیٹ بنک حسب وعدہ دس پونڈ کے حصول کیلئے گئے مگر فاروقی صاحب نے معذرت کی اور کل آنے کا کہا ضروری سفری اشیاء خریدے تاج کمپنی کے چھوٹے سائز کے اسی نسخے خریدے تاکہ بوقت ضرورت حرمین میں کام آسکیں۔ مولانا بنوری کے دعوت افطار میں کام کی کثرت کی وجہ سے بروقت نہ پہنچ سکے بعد از شام ان کے ہاں گئے منتظر تھے ان کے ساتھ کھانا کھایا خوب مجلس رہی روانگی کی باتیں ہوتی رہیں قبل از عشاء صدر جا کر احرام خریدا گھر کو والد صاحب اور برادران کو روانگی کی اطلاع دی رات گئے پشاور حاجی الطاف سے فون پر بات کی اہل بیت کے احوال خیریت سے خوشی ہوئی۔

نوٹ: "الحق" کا سالانہ چندہ حسب سابق -/200 روپے ہے جبکہ وی پی خرچ -/13 روپے ہوتا تھا۔ اب جبکہ حکومت نے ڈاک خرچ میں مزید -/50 روپے اضافہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا از راہ کرم وی پی -/223 روپے کی بجائے -/263 روپے ادا کر کے وصول فرمائیں۔ (ادارہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

بہترین استاد کی خوبیاں اور ذمہ داریاں

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی عاملہ وشوریٰ کے فیصلہ کے مطابق جامعہ عثمانیہ نوتھیہ پشاور میں تدریب المعلمین کے سلسلہ میں ۱۲ فروری ۲۰۰۸ء سے ۱۵ فروری ۲۰۰۸ء تک صوبہ سرحد کے مدارس کی سطح پر وفاق سے ملحقہ اداروں کے اساتذہ کا اجتماع ہوا۔ جس میں بنین کے جامعات اور درجہ عالیہ کے اداروں کے دو دو نمائندے کثیر تعداد میں شریک تھے۔ ۱۳ فروری کی مجلس سے جو خطاب مقالہ کی صورت میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ نے فرمایا افادۂ عام کیلئے شائع کیا جارہا ہے۔.........(ادارہ)

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على من لانبى بعده ولارسالة بعده ولانبوة بعده وعلى اله وصحبه شموس الهداية واعلام الهدىٰ . اما بعد. فاعوذبالله من الشيطان الرجيم O بسم الله الرحمن الرحيمO الرحمن . علّم القرآن O. خلق الانسان O علّمه البيان (سورة رحمان ۱. ۴)

وقال تعالىٰ اقرأ وربك الأكرم الذى علّم بالقلمO علّم الانسان مالم يعلم (سورة العلق ۳. ۵)

حضرات علماء کرام۔ اللہ تعالیٰ کے ہم سب پر لامتناہی انعامات اور احسانات ہیں کہ انہوں نے ہمیں انسان پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ سردار دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی وراثت سے نوازا یہ علم دین سردار دوعالم ﷺ کی وراثت ہے۔

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: **نحن معشر الانبياء لانورث ديناراً ولادرهما انما نورث العلم فمن أخذه اخذ بحظ وافر (الحديث)** ہم انبیاء کرام کی جماعت وراثت میں دراھم اور دینار نہیں چھوڑتے بیشک ہم وراثت میں علم چھوڑتے ہیں لہذا جس نے علم حاصل کیا اس کو میراث کا وافر حصہ مل گیا۔

یہ علم دین رسول اللہ ﷺ کا ترکہ ہے اور جس کو یہ وراثت مل جائے تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس کو خیر کثیر عطا فرمایا۔

ارشاد ربانی ہے: **من يوتى الحكمة فقد اوتى خيرا كثيراً (الاية)** جس کو حکمت عطاء کی گئی اس کو خیر کثیر عطا کیا گیا' مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ میں حکمت سے مراد علم دین ہے اور یہ دولت اللہ تعالیٰ صرف اس شخص کو عطا فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو اور اللہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے۔ چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ **من يرد الله به خيراً يفقهه فى الدين (صحيح بخارى و مسلم وابن ماجة)**

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو

رسول اللہ ﷺ کی عظیم اور بیش قیمت ترکہ جو بنص قرآنی خیر کثیر ہے عطا فرمایا آپ حضرات اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں عظیم لوگ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں اور بہترین خلف رشید وہ ہوتا ہے۔ جو اپنے مورث کے ترکہ کو صحیح اور درست طریقے پر استعمال کرے، اس کے بتائے ہوئے طریقے پر اور اس کی ہدایات کے مطابق خود بھی چلے اور مورث کے اس ترکہ کو بھی استعمال کرے۔

درس تدریس کی اہمیت: آپ حضرات مدرسین اور معلمین ہیں، مدرس اور معلم ہونا ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ سب سے اول معلم اللہ تعالیٰ کی خود ذات اقدس ہے۔ قرآن پاک میں جا بجا اللہ تعالیٰ نے اس صفت کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے کبھی فرماتے ہیں کہ **الرحمٰن علّم القرآن خلق الانسان علّمه البيان**

تو کبھی فرماتے ہیں **اقراء و ربک الاکرم الذی علّم بالقلم علّم الانسان مالم يعلم**

اور دوسرے نمبر پر یہ صفت اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں حضرات انبیاء کرام کو دی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کی رہنمائی اور ان کو راہ راست پر لانے کیلئے معلم بنا کر مبعوث فرمایا اور خصوصاً ہمارے پیارے نبی فخر دو عالم رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس عظیم صفت سے نوازا۔ فخر دو عالم ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے: **انّما بعثت معلما لاتمم مكارم الاخلاق** (الحدیث) کہ مجھے معلم اور استاد بنا کر بھیجا گیا اور اس لئے بھیجا گیا کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کرسکوں۔

معلم اور استاد بننا بہت بڑی سعادت ہے۔ اور اس سلسلے کو جاری رکھنا صدقہ سے بھی افضل ہے۔ ابن ماجہ شریف میں حضرت ابو ہریرۃ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **افضل الصدقة ان تعلّم المرء المسلم ثم يعلّمه اخاه (المسلم)** بہترین صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان شخص علم دین حاصل کرے اور پھر اپنے مسلمان بھائی کو اس کی تعلیم دے۔ اور جو شخص درس و تدریس کیساتھ وابستہ ہوتا ہے اس کو 70 صدیقین کے برابر ثواب ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **من تعلّم باباً من العلم ليعلّم الناس اعطى ثواب سبعين صديقاً** (الترغیب والترہیب ۱/۵۴) جس نے علم کا ایک باب اس نیت سے سیکھا کہ وہ اسے لوگوں کو سکھائے گا تو اس کو ۷۰ صدیقین کا ثواب ملے گا۔

مدرسین کے اوصاف اور ذمہ داریاں: علم اللہ جل جلالہ کی صفات میں ایک اہم اور مہتم بالشان صفت ہے۔ اسی صفت علم کے بدولت رب کائنات نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت ارضی سے نوازا۔ علم کی اہمیت کے پیش نظر تعلیم و تدریس کا عمل بھی اپنی افادیت کے اعتبار سے دینی و معاشرتی عمل ہے۔

مدرسین و معلمین اس کائنات میں بڑے اور اللہ تعالیٰ کو محبوب لوگ ہیں اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ بڑے لوگوں کی بڑی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ مدرسین اور معلمین معاشرے کے اہم ستون اور وہ بنیادی محور و مرکز ہیں جس کے گرد

تمام تعلیمی سرگرمیاں گردش کرتی ہیں اسلئے معلم کے بغیر تعلیمی سرگرمیوں کا تصور بھی ممکن نہیں۔ چنانچہ ماہرین تعلیم کا کہنا ہے کہ خوشحال معاشرہ کی تشکیل بغیر معلم (استاد) کے ممکن نہیں۔ اسلئے کہ معلم انسان کو حیوانی درجے سے بلند کر کے زمین پر اللہ تعالیٰ کے نائب کے منصب پر فائز کرنے میں مددگار رہتا ہے۔ انسان کی انفرادی اور اجتماعی تربیت کرتا ہے۔ بچوں اور بڑوں سب کو راہ راست پر چلنے اور اپنے رب کے مطیع اور فرمانبردار بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا دنیا کے وجود میں آنے کے بعد ہر دور کے ماہرین نے تدریسی عمل کو اپنے اپنے انداز و نظریات کے فریم ورک میں مفید سے مفید تر بنانے کے مساعی کیئے تاکہ ان پر عمل پیرا ہونے سے خوب سے خوب تر نتائج و مقاصد حاصل کیئے جاسکیں۔ تہذیبی اور صلیبی کشمکش سے بھرپور اس پرفتن دور میں غیر مسلم قوتیں تعلیم و تدریس کے میدان میں بھی مسلمانوں پر اپنے افکار، طرز تعلیم مسلط کرنے کے درپے ہیں۔ بدقسمتی سے جن طرق ہائے تدریس کو اغیار اپنا کر لفظ بہ لفظ اس پر عمل کر رہے ہیں وہ مسلم دنیا ہی کے مایہ ناز محققین، مفکرین مثلاً امام غزالیؒ شاہ ولی اللہ اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ جیسے سپوتوں کے وضع کردہ ہیں۔ یہی صورتحال زندگی کے تمام شعبوں میں ہے کہ اسلام کے کئی اعلیٰ وارفع روایات و نظریات اور خوبیوں کو غیروں نے اپنا کر بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کو اپنے اپنے راہنماؤں کی طرف منسوب کر دیا۔ جبکہ اکثر اسلوب و طریقے ہمارے مذہب ہی کے طرۂ امتیاز ہیں۔ امام غزالیؒ کی علمی کاوشوں کا زمانوں سے آپ آگاہ ہیں، اپنے طریقہ تدریس کیلئے جو اصول وضع کیئے اگر ان پر ہم عمل کریں تو بہترین انمول موتی نئی نسل میں ہمیں میسر آسکتیں ہیں۔ ان کے اصول تدریس کے چند اہم اور ضروری امور کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں۔

ایک کامیاب مدرس اور معلم کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر خیر خواہی کا جذبہ پیدا کرے، رسول اللہ ﷺ سے حضرت تمیم داریؓ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ الدین النصیحة للّٰہ ولکتابه ورسوله ولائمة المسلمین وعامتهم (مشکوٰۃ) یعنی دین اسلام خیر خواہی ہے ہم نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کن کے لئے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کیلئے اس کی کتاب کیلئے اس کے رسول کیلئے اور ائمہ مسلمین کیلئے اور عام مسلمانوں کیلئے۔

للّٰہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے احکام کو مانا جائے اس کو وحدہ لاشریک تسلیم کیا جائے اس کے ساتھ ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے

لکتابه: کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی بھیجی ہوئی کتاب پر عمل کیا جائے اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام مانا جائے اس کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنایا جائے اپنے خاندانی، معاشرتی، ملکی اور علاقائی مسائل اور تنازعات اللہ تعالیٰ کی اس نازل کردہ کتاب کے مطابق حل کیئے جائیں یعنی اپنا پورا نظام اس عظیم الشان کتاب کے زرین اصول اور قانون کے مطابق چلایا جائے۔

ولرسوله کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ محسن کائنات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قولی، فعلی

اور تقریری سنتوں کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بنا کر اس کے مطابق اپنی ۲۴ گھنٹہ زندگی بسر کی جائے۔

ولائمۃ المسلمین کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے مسلمان سربراہ اور حکام کی اطاعت کی جائے اسلامی مملکت کے وضع کردہ قوانین کا احترام کیا جائے تا کہ لاقانونیت سے بچا جائے

اگرچہ بعض اہل علم نے ائمۃ المسلمین سے مراد مجتہدین لیا ہے۔یعنی اسلامی تعلیمات کی پیروی ائمہ مجتہدین کی روشنی اور اتباع میں کی جائے اور اسی کا نام تقلید ہے اس لئے کہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تقلید کی تعریف **اتباع الروایات دلالۃ** سے کی ہے اور یہ تعریف سب سے عمدہ اور بہترین تعریف ہے۔

اور **عامتھم** کا مطلب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آئیں اور وہ کام کئے جائیں جو تمام مسلمانوں کے لئے فائدہ مند ہوں اس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو

(۱) لہٰذا ایک مدرس کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمان بچوں کو دینی تعلیم دینے اور ان کی صحیح تربیت کرنے اور ان کی اصلاح کرنے میں بھی خیر خواہی سے کام لے اس لئے ہر مدرس اور استاد اپنے شاگردوں کی صحیح تربیت کرے ان کی تعلیم اور اصلاح پر پوری توجہ دیں۔ان کے اسباق کا پورا پورا خیال رکھے۔

(۲) خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ ساتھ ایک استاد میں رحمت کی صفت بھی ہونی چاہیے کہ اس کے دل میں اپنے شاگردوں کیلئے رحمت اور شفقت کا جذبہ ہو قرآن پاک کی آیت الرحمٰن علّم القرآن الخ میں اسی کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔اسلئے استاد کو اپنے طلباء کی بے وقعتی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ان کی تحقیر کرنا مناسب ہے اور نہ خواہ مخواہ ان پر سختی کرنا درست ہے۔معلم کا کام اپنے طلباء اور شاگردوں کو نفع پہنچانا ہے اور بے جا سختی' بے پروائی اور بے وقعتی میں نفع ختم ہو جاتا ہے' یا کم از کم ناقص رہ جاتا ہے اور تشدد سے بچہ میں بری عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

حضور ﷺ کے اس ارشاد پر ہمیں عمل کرنا چاہیے کہ اسطرح شفیق ہونا چاہیے جیسے ایک باپ اپنے بیٹے پر اور استاذ اپنے روحانی بیٹوں کے اخلاق وسیرت کے نگہبان اور ان کی اصلاح پر مامور ہوتے ہیں۔

احیاء العلوم فصل پنجم ص ۷۷ میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شاگرد کے سامنے بیان کرنے میں اس کی سمجھ پر کفالت کرتے ہوئے ایسی بات اس سے نہ کہے جس تک اس کی عقل کی رسائی نہ ہو۔ورنہ وہ اس سے متنفر ہو جائے گا۔انہی امور کو مغربی مفکرین نے تدریس کی کامیابی کے لئے لازمی شرط قرار دیا ہے۔

امام غزالیؒ اور مسلمان مفکرین اخلاقی تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں' مذہبی تعلیم فرد کو اصولوں اور احکامات سے شناسا کرتی ہیں جبکہ اخلاقی تعلیم انسان کو معاشرہ کے اندر رہ کر دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا اور اپنے فرائض سکھاتی ہے۔اسلام میں مذہبیات اور اخلاقیات دونوں کی بنیاد قرآن ہے' لیکن ان معاشروں میں جہاں مذہب انسان کی اپنی ذات تک محدود ہے اس کا مقصد صرف مرنے کے بعد جنت کا حصول ہے' اخلاقی تعلیم اگر نہ ہو تو انسان کا

انسان بننا تو دور کی بات جانوروں سے بھی نیچے گر جاتا ہے جسکی مثالیں روزانہ آپ جرائم کی دنیا میں دیکھتے ہیں۔

(۳) تعلیم المتعلم علامہ برہان الدین زرنوجیؒ نے طالب علم کو استاد کے انتخاب کے وقت چند امور کا پابند بناتے ہوئے فرماتے ہیں: طالب علم کو ایسے شخص کی شاگردی کرنی چاہیے جو اچھا عالم پرہیز گار اور سن رسیدہ ہو۔ استاد کے تعین کرنے سے پہلے ماہرین سے مشورہ کرنا چاہیے جب انتخاب ہو جائے پھر صبر واستقامت سے اس کے حلقہ تلمذ میں شامل رہے۔ کلاس میں شریک سبق کا انتخاب بھی سوچ سمجھ سے کرے، سبق کا ساتھی ایسا ہو جو محنتی، پرہیز گار، سمجھدار ہو، لاابالی، مہمل اور آوارہ جیسے مذموم صفات کا حامل نہ ہو۔

(۴) خیر خواہی یہ بھی ہے کہ اپنے طلباء کے لئے دعوات بھی کئے جائیں، اس لئے کہ دعا سے طالب علموں کے علوم میں برکت آتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی کریم ﷺ کے شاگرد تھے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا **اللّٰھمّ علّمه الکتاب** اے اللہ اس کو قرآن کا علم عطا فرمادے (صحیح بخاری)

(۵) اسی طرح ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ طالب علموں کے اچھے اسباق اور اچھے اخلاق پر دل جوئی کرے اس سے طالب علم کے شوق اور جذبہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خواب میں مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا تو میں نے خوب سیر ہو کر پیا پھر بچا ہوا دودھ عمرؓ کو دے دیا۔ لوگوں نے عرض کیا حضور ﷺ اس کی تعبیر کیا ہوئی؟ فرمایا دودھ سے مراد علم ہے۔ (صحیح بخاری) اس روایت میں حضور اقدس ﷺ کا بچا ہوا دودھ حضرت عمرؓ کو دینا اس کی دل جوئی کی واضح دلیل ہے۔

(۶) اسی طرح ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ طلباء کو اسباق میں ناغہ نہ کرنے دے۔ اور اگر کسی مجبوری کے تحت ان سے ناغہ ہو بھی جائے تو پھر دوسرے اوقات میں اس کی تلافی کا انتظام کرے اور جتنی ان میں صلاحیت اور استعداد ہے اس کے اعتبار سے اسباق کی مقدار مقرر کرنی چاہیے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں **حدّثوا الناس بما یعرفون أتحبون أن یکذّب اللّٰه ورسوله** (صحیح بخاری) یعنی لوگوں سے ایسی بات کرو جو وہ سمجھیں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے۔ ان کے فہم اور استعداد کے مطابق عبارات کی تشریح کریں اور اسلاف کا طریقہ تدریس ہمارے سامنے ہونا چاہیے۔ امام شافعیؒ کے شاگرد ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ مجھے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں تجھے علم گھول کر پلا سکتا تو ضرور پلا دیتا

(۷) اور جب تک ان کو گزشتہ سبق یاد نہ ہو تو محض آگے دوڑ اور پیچھے چھوڑ پر عمل نہ کیا جائے بلکہ ان کو سبق یاد کرانے کی کوشش کی جائے اور جو سبق آج پڑھایا تو دوسرے دن وہ سبق ان سے سنا جائے یا گزشتہ سبق کے متعلق چند سوالات کی صورت میں جوابات طلباء سے پوچھے جائیں۔

(۸) ہفتہ میں ایک دن ضرور مقرر کیا جائے جس میں طلباء سے ہفتہ بھر کے گزشتہ اسباق کے متعلق سوالات کئے جائیں تاکہ ان کو اسباق یاد رہیں۔

(۹)　اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے شاگردوں کو پیار اور محبت سے سمجھائیں لیکن اگر حسب موقع مثلاً اگر کسی طالب علم سے کوئی نامناسب امر سرزد ہوا تو اس کو مناسب سزا دی جائے جس میں اس کی تربیت اور اصلاح کا زیادہ فائدہ ہو۔ غیر مناسب سزا سے نہ صرف شاگرد کی تربیت و تعلیم متاثر ہوتی ہے بلکہ اس کی شخصیت کے متاثر ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ بعض اوقات آپ حضرات نے محسوس کیا ہوگا کہ بدترین سزائیں دینے کی صورت میں بعض متعلمین مستقل طور پر ناکارہ بن کر ان کے جسمانی، ذہنی، جذباتی قوتیں معطل ہوکر رہ جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدید دور کے ماہرین تعلیم و نفسیات مولانا عبدالبرؒ اور امام غزالیؒ کے اصولوں پر چل کر سزا کی مخالفت کرتے ہیں۔ آج جدید دور کے اصلاحی تصورات پر عمل کرتے ہوئے اکثر ترقی یافتہ ممالک کے تعلیمی اداروں میں سزا پر قانونی پابندی لگوادی گئی ہے، امام غزالیؒ نے بداخلاقی، بے راہ روی، کجی کی عادتوں سے منع کرنے کے لئے سزا تجویز کی ہے لیکن یہ تب جب ترغیب کے سارے راستے نتیجہ خیز ثابت نہ ہوں۔

(۱۰)　اگر کوئی طالب علم سبق سمجھنے کے لئے کوئی سوال کرے تو اس پر استاد کو ناراض نہیں ہونا چاہیے، بلکہ خندہ پیشانی اور وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دے تاکہ طالب علم اپنا سبق سمجھ سکے۔ تدریس میں شاگرد کے سوالات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ تعلیم کا بنیادی مقصد شاگرد کی ذہنی نشوونما کرنا ہے اور اس کا موثر ذریعہ سوالات ہیں۔ طلباء میں اس کے ذریعے مزید معلومات کی خواہش پیدا ہوتی ہے، اس سے طلباء و استاد کا اشتراک پیدا ہونا۔ طلباء کے تعلیمی مشاکل کو حل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ سوالات اگر اساتذہ کی طرف سے ہوں یا تلامذہ کی جانب، ان سے غور و فکر و تجسس کا مادہ طلباء میں بڑھ جاتا ہے۔

صحیح بخاری شریف کی ایک روایت میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا معمول یہ تھا کہ جب جناب نبی کریم ﷺ ایسی بات فرماتے جو ان کو معلوم نہ ہوتی تو آنحضرت ﷺ سے اس کے متعلق برابر پوچھتیں اور سوال کرتی تھیں اور آنحضرت ﷺ ام المؤمنین کو جواب دیتے یہاں تک کہ آپؓ وہ بات سمجھ جاتیں۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حساب میں گرفتار ہوا وہ عذاب میں مبتلا ہوا تو ام المومنین حضرت صدیقہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا یحاسب حساباً یسیراً کہ حساب آسان کیا جائے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں پیشی مراد ہے۔ ورنہ جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا تو وہ ہلاک ہوگیا۔ یہ روایت ہمیں صاف اور واضح تعلیم دیتی ہے کہ اگر استاد کی تقریر میں کوئی بات ایسی ہو جو طالب علم کی سمجھ میں نہ آئے یا تقریر میں کوئی شبہ ہو تو طالب علم کا یہ حق ہے کہ وہ اس نکتہ کے بارے میں استاد سے سوال کرے اور استاد خندہ پیشانی اور پیار و محبت سے اسکا جواب دے۔ ہمیں وہی انداز جس کا مظاہرہ سرکار دو عالم ﷺ نے بحیثیت کامل اور عظیم معلم کے فرمایا: جیسے ایک مرتبہ ایک صحابی نے مسجد آتے ہوئے دور سے دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے اور جماعت کے شرکاء رکوع میں مصروف ہیں تو جس جگہ پہنچا اسی جگہ نیت کرکے رکوع میں شامل

ہوا۔ پھر آہستہ آہستہ چل کر رکوع میں شامل ہوا۔ نماز کے اختتام پر اس نے حضور ﷺ سے ذکر فرمایا تو آپ ﷺ ٹوکنے اور ڈانٹنے کی بجائے پہلے صحابی کی حوصلہ افزائی فرمائی اور پھر فرمایا "زادک اللہ حرصا" اللہ تیری نماز و جماعت کے ذوق وشوق کو مزید بڑھائے پھر فرمایا " لاتعد" اس ایک ارشاد گرامی سے معلوم ہوا کہ طالب علم کی غلطی پر بھی اس کے اسی پورے عمل میں جو جائز پہلو حوصلہ افزائی اور تعریف کا ہو اسے تلاش کر کے اس کی حوصلہ افزائی کی جائے ۔ پھر استاد کی طرف سے جو بات بطور نصیحت و اصلاح ہو وہ اس کے دل میں جاگزیں ہو کر آئندہ محتاط رہے گا (ہمارا معاملہ شاگرد کیساتھ اسکے برعکس ہوتا ہے) جیسے کہ پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں کہ تعلیم دینے والے استاد کی حیثیت بھی ایک مشفق باپ اور مربی کی طرح ہے اس پر لازم ہے کہ شاگردوں کے اخلاق حسنہ اور تربیت کی طرف خصوصی توجہ دے یہ تب ہوگا کہ استاد خود ان اوصاف حمیدہ کا حامل ہو ورنہ پھر ہم بھی "لم تقولون مالا تفعلون " اور أتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کا مصداق بن کر ہماری نصیحت بے اثر رہے گی۔ سید الانبیا ﷺ کے اخلاق کے بارہ میں سوال کرنے پر حضرت عائشہؓ کا فرمانا کان خلقه القرآن یعنی قرآن میں نازل کردہ اخلاق حسنہ کے حضور ﷺ روئے زمین پر چلنے والے مجسم قرآن تھے پھر نتیجہ آپ کے سامنے ظاہر ہے عرب کے اس وقت کے بدوؤ جاہل آسمان رشد و ہدایت کے آفتاب و ماہتاب بن گئے۔

(۱۱) ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ طالب علم کے کسی اشکال پر ناراض نہیں ہونا چاہیے ہاں اگر کوئی فضول سا سوال ہو تو اس پر ناراض ہونا بھی جائز ہے۔

(۱۲) اسی طرح ایک کامیاب مدرس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اول تا آخر تعلیم میں تطابق (یکسانیت) پیدا کرے اور کتاب کو اس طرح پڑھائے کہ کتاب میں کوئی بھی اہم بحث رہ نہ جائے۔ یہ بہت ہی غلط طریقہ ہے کہ ابتداء میں ماہ' دو ماہ بڑی بڑی تقریریں ہوں اور بعد میں صرف عبارت پر اکتفاء ہو۔ کتاب کے پڑھانے کیلئے عمدہ اور دل نشین طریقہ اختیار کریں۔ اور کتاب کے حل کرنے میں قطعاً تسامح سے کام نہ لیا جائے اور حل کتاب میں فن کی مہمات کی طرف طلباء کی توجہ دلائیں۔

(۱۳) اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ طلباء میں علمی ذوق پیدا کریں انکو مطالعہ تکرار کی طرف توجہ دلائیں اور ان پر مطالعہ کی اہمیت اجاگر کرنے کیساتھ ساتھ انکو انہماک کیساتھ مطالعہ کرنے کی تلقین کریں محمد بن سماعہؒ امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے خاص شاگرد ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ کے مطالعہ میں انہماک کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کو سلام کرتا تو انہماک کی وجہ سے جواب میں اسکو دعا کرنے لگتے۔ امام محمدؒ کے نواسے فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ کی وفات کے بعد میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ نانا جی جب گھر میں رہتے تو کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کوٹھری میں قیام فرماتے تھے اور ارد گرد کتابوں کا انبار لگا رہتا تھا میں نے مطالعہ کے وقت انکو بولتے ہوئے نہیں دیکھا رات کا اکثر حصہ مطالعہ میں گزارتے تھے کسی نے انکی کم خوابی کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کیف انام قد

نامت عیون المسلمین توکلاً علینا یقولون اذا وقع لنا امرا رفعنا الیہ فیکشفہ لنا فاذا نمت ففیہ تضییع الدین.

امام محمدؒ کا یہ مقولہ ہر استاد کو یاد رکھنا چاہیے اسلئے کہ طلباء ہمارے پاس امانت ہیں لوگوں نے انہیں ہمارے مدارس میں داخل کیا ہے اس لئے ہمیں ان کی بہت اچھی تربیت کرنی چاہیے۔

ان کے لئے ان کی استعداد کے مطابق کتابوں کا انتخاب کیا جائے اور پھر وقتاً فوقتاً ان سے ان کتابوں کے حوالہ سے پوچھا جائے ذوق مطالعہ کیلئے اپنے اکابرین کے سوانح کے انتخاب سے طلباء میں علمی ذوق بڑھے گا۔

(۱۴) طلباء میں استعداد پیدا کرنے کیلئے ان سے چند باتوں کا التزام کرایا جائے تو طالب علم کو سبق یاد ہو یا نہ ہو استعداد ضرور پیدا ہوگی۔

۱۔ طالب علم سے آئندہ پڑھنے والے سبق کا مطالعہ کرایا جائے۔ ۲۔ اسکے سامنے یہ بات رکھی جائے کہ وہ حاضر دماغ ہوکر استاد کے درس کو سُنے۔ ۳۔ سبق پڑھنے کے بعد اس سبق کو ایک مرتبہ زبان سے دوبارہ پڑھنے کی عادت طالبعلم میں ڈالنے کی کوشش کی جائے۔

(۱۵) مدرس کی ذمہ داری ہے کہ وہ کلاس میں جانے سے پہلے سبق کی تیاری کرے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بغیر تیاری کے معلم (مدرس) اپنے طلباء کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتا۔ علامہ کے اصول پر آج مغربی دنیا میں ماہرین تعلیم سو فیصد عمل کرتے ہیں۔ اور تمام تربیتی اداروں میں ان اصولوں پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید کی جاتی ہے۔

(۱۶) ایک مدرس میں یہ صفت انتہائی ضروری ہے کہ وہ بے غرض انسان ہو' تعلیم دینے میں اس کے مدنظر صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی ہو' دل میں شہرت' دولت وغیرہ کی خواہش نہ ہو اور خوب دل جمعی کے ساتھ طلباء کو تعلیم دے' طلبا کو ٹرخانے کی کوشش نہ کرے۔

(۱۷) استاد میں یہ خوبی بھی ضروری ہے کہ اگر درس میں کوئی غلطی ہوجائے تو فوراً اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرے اور اپنی غلط بات سے رجوع کرے' اس طرح کرنے سے طلباء کو اپنے استاذ پر اعتماد رہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے استاد سے جو کچھ سنتا ہوں صحیح اور درست سنتا ہوں اور اگر اپنی غلط بات سے باوجود مطلع ہونے کے رجوع نہ کیا گیا تو ایک تو گناہ کا ارتکاب ہوگا اور دوسرا جب طالب علم کو استاد کی غلطی کا پتہ چل جائے گا تو اس کے دل میں استاد کے خلاف نفرت پیدا ہوگی۔ تیسرا چونکہ استاد کا اپنے شاگرد پر اثر ہوتا ہے تو اس ہٹ دھرمی کا اثر اس کے شاگرد پر ہوگا اور استاد سنّ سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزرمن عمل بھا (الحدیث) کا مصداق ہوگا۔ چہارم اور اس طرح کرنے سے شاگردوں کے حقوق کی بھی حق تلفی ہوگی۔

لہٰذا جب کوئی استاد ان ذمہ داریوں کے ساتھ طلبا کو سبق پڑھائے گا تو اس کے شاگرد مایہ ناز طالبعلم ہوں گے اور ان میں یقینی طور پر استعداد پیدا ہوگی۔

مولانا محمد عیسیٰ منصوری، لندن

چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ کی اسلامی قوانین کے بارے میں حق گوئی

برطانیہ میں فروری ۲۰۰۸ء کے شروع میں چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ آرچ بشپ کنٹربری ڈاکٹر روون ولیمز نے (جو دنیا بھر کے پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے عالمی سربراہ ہیں) نے برطانیہ میں اسلامی شریعت کے چند قوانین کے نفاذ پر غور وفکر کی دعوت دے کر یہاں کی فضا میں ارتعاش بلکہ تہلکہ بپا کر دیا، آرچ بشپ ڈاکٹر روون نے یہ تجویز غور وفکر کے لیے اپنی سنڈ (چرچ آف انگلینڈ کی پارلیمنٹ) میں پیش کی تھی مگر یہاں کا میڈیا (جس پر صیہونیت کی گہری چھاپ ہے) نے اس طرح ہنگامہ بپا کر دیا گویا صلاح الدین ایوبی نے برطانیہ پر حملہ کر دیا ہو، مغربی میڈیا نے نائن الیون کے بعد اسلام فوبیا کا جو ہوا کھڑا کیا ہے اسے اسلام کے خلاف شور وشغب کا بہانہ مل گیا چنانچہ میڈیا کی شرارت کے سبب ڈاکٹر روون ولیمز کو غصے میں بھرے دھمکی آمیز اور ناشائستہ الفاظ میں بہت سے فون، خطوط، اور ای میل ملے، آرچ بشپ کے شریعت کے بعض قوانین کی حمایت میں ہمدردانہ حمایت کے غیر متوقع بیان پر میڈیا تو ان کی مخالفت میں پیش پیش تھا ہی خود چرچ کی بعض ممبران اور سابق آرچ بشپ آف کنٹربری لارڈ کیری نے بھی برطانیہ میں شریعت کے بعض قوانین کے نفاذ پر غور وفکر کی دعوت کو خطرناک قرار دے کر ڈاکٹر روون پر تنقید کی حتی کہ برطانوی پارلیمنٹ میں بشپ ولیمز کے استعفٰی کی گونج سنائی دی۔ کینٹ پولیس کے سنیئر ذرائع نے صورتحال کو دیکھتے ہوئے آرچ بشپ کو چوبیس گھنٹہ پولیس تحفظ کی پیش کش کی، اوران کی سیکورٹی کے حوالے سے گہری تشویش کا اظہار کیا لیکن آرچ بشپ ڈاکٹر روون ولیمز نے پولیس کی پیش کش کو مسترد کر دیا، انہوں نے پریس کو بتایا کہ وہ نہ اپنے بیان پر معذرت کریں گے نہ ہی استعفٰی دیں گے اور اپنا موقف پریس کے بجائے اپنی سنڈ (چارچ آف انگلینڈ کی پارلیمنٹ) میں پیش کریں گے دلچسپ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر روون ولیمز نے برطانیہ میں کسی متوازی عدالتی نظام کی تجویز پیش نہیں کی بلکہ انہوں نے صرف یہ کہا کہ شادی بیاہ، طلاق و وراثت جیسے بعض معاملات میں بعض اسلامی قوانین کی جگہ موجود ہے اور اسلامی شریعت کے چند قوانین اختیار کر لینے سے برطانیہ میں رہنے والی مسلمان کیمونٹی سے سماجی قرابت اختیار کرنے میں مدد ملے گی۔ آرچ بشپ نے بڑے پتہ کی بات کہی مسلمانوں کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ شریعت قانون نہیں اصول قانون ہے یعنی شریعت نے وہ

بنیادی اصول فراہم کیے ہیں جن کو سامنے رکھ کر ہر دور کے تقاضوں ہر معاشرہ کی ضروریات، ہر قوم ونسل کے مزاج ونفسیات کی رعایت کے ساتھ قانون سازی ہوسکتی ہے۔ یہ ایک عالمی بہبودی کا اصولی ضابطہ ہے اس بات پر برطانوی میڈیا نے اسلام کے خلاف جذبات میں آگ لگادی جس میں سیاست دانوں سمیت اکثر طبقہ بہہ گئے اور ہر طرف سے ان پر پتھروں کی بارش ہونے لگی ایسے میں ان کی اصل حمایت ان کی سنڈ (چرچ کی پارلیمنٹ) اور ان کے اپنے طبقہ سے ملی ان کے حق میں ایک مضبوط آواز چرچ آف اسکاٹ لینڈ کی سربراہ ریورنڈ کیسٹک کی تھی انہوں نے کہا بعض افراد نے جان بوجھ کر آرچ بشپ کے الفاظ کو غلط معنی پہنائے اور انہیں ذاتی طور پر نشانہ بنایا ہے جو انتہائی افسوس ناک ہے میں ڈاکٹر ولیمز کے شانہ بشانہ کھڑی ہوں اور سمجھتی ہوں کہ ہم خوش قسمت ہیں جن کے پاس ایک ایسا رہنما موجود ہے جو بعض اہم نازک مسائل پر گہری سوچ وبچار سے بحث کا آغاز کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے یہ خوشی کی بات ہے کہ ایک دوسرے مذہب کے اعلیٰ ترین رہنما نے زمینی حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلامی قوانین کے متعلق ایک مثبت بحث کا آغاز کردیا ہے اس بحث کا مقصد ایک سیکولر نظام میں رہنے والے اقلیتی کمیونٹیز کے لوگوں کو ان کے مذہبی عقائد کے مطابق زیادہ سے زیادہ سہولتیں پہنچانا ہے اور ملکی قوانین مذہب کے درمیان زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی پیدا کرتی ہے اس کا اطلاق صرف اسلام یا مسلمانوں ہی تک محدود نہیں ہوگا بلکہ بتدریج دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بھی اس کا فائدہ پہنچے گا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ چرچ آف انگلینڈ کے پارلیمنٹ نے آرچ بشپ آف کنٹربری ڈاکٹر رودن ولیمز کے ریمارکس کے خلاف میڈیا کے عام ردِ عمل پر مایوسی کا اظہار کیا اور آرچ بشپ کی حمایت کا اعلان کیا۔ سنڈ (پارلیمنٹ) کا اجلاس شروع ہونے سے قبل بشپ آف لچھیلڈ جو ناتھن گلیڈ نے کہا کہ ڈاکٹر ولیمز کے ریمارکس کو غلط سمجھا گیا ہے، آرچ بشپ کوئی فیصلہ نہیں دے رہے تھے محض غور وحوض کے لیے ایک مسئلہ اٹھا رہے تھے، سنڈ میں جب ڈاکٹر ولیمز نے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے خطاب کے دوران کہا کہ ان کی بات کو غلط انداز میں لیا گیا ہے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ برطانیہ میں مسلم کمیونٹی بعض اسلامی قوانین پر پہلے ہی عمل پیرا ہے اُس سے ایک وقت آئے گا جب اس عمل کو قانون کا حصہ بنانا ہوگا اس پر انہیں ارکان سنڈ کی طرف سے بھرپور حمایت ملی اور برطانوی میڈیا کی غوغا آرائی اور طوفان سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ یہ بات قابل غور ہے مسلم رہنماؤں اور تنظیموں کا ردِ عمل اکثر منفی تھا بیرون سعیدہ وارثی نے کہا شرعی قوانین سے اتحاد کے بجائے تقسیم میں اضافہ ہوگا، دو متوازی نظام قانون معاشرے کے بہت بڑے حصہ کو تنہائی کا شکار کردیں گے اور قانونی تضادات میں اضافہ ہوگا، دوسرے کئی مسلم رہنما شریعت سے برات کرتے نظر آئے بعض ماڈرن خواتین نے برملا کہا ہمیں شریعت نہیں چاہئے، برطانوی قانون نہایت عمدہ ہے، دینی تنظیموں اور علماء کرام نے عام طور پر اس بحث میں حصہ لینے کی ضرورت نہیں سمجھی، شاید ان کے نزدیک حالات وحقائق سے آنکھیں بند رکھنا ہی سب مسائل کا حل ہے۔

برطانیہ ومغرب کے زمینی حقائق: برطانیہ میں اس وقت کم وبیش دوملین بیس لاکھ مسلمان بستے ہیں، فرانس میں تقریباً ۵۰ لاکھ، جرمنی میں ۳۰ لاکھ، اسی طرح بلجیم، ہالینڈ سمیت تمام ہی یورپی ممالک میں کروڑوں کی تعداد میں مسلمان آباد ہیں سوئیز لینڈ میں سرکاری طور پر اسلام دوسرا بڑا مذہب تسلیم کرلیا گیا ہے، عملاً اسلام یورپ وامریکہ کا دوسرا بڑا مذہب بن چکا ہے، حالیہ دنوں میں جن ۷۶ ملکوں نے یورپی یونین میں شمولیت اختیار کی ان میں بڑی تعداد مقامی مسلمانوں کی ہے، مثلاً بلغاریہ میں تقریباً ۳۰ فیصد، ترک نسل کے مسلمان آباد ہیں، آئندہ جلد ہی جوممالک یورپ کا حصہ بننے والے ہیں ان میں کوسوا، بوسنیا، البانیہ جیسے مسلم علاقے اور ممالک بھی ہیں، عالم اسلام کے عظیم ملک ترکی بھی داخلہ کے لیے یورپ کے دروازے پر کھڑا ہے ایک جوہری فرق یہ ہے کہ پرانے یورپ (برطانیہ، فرانس، جرمنی وغیرہ) میں اکثر مسلمان تارکین وطن کے قبیل سے تھے یعنی باہر سے آکر آباد ہوئے جبکہ جوممالک حالیہ ای ای سی (آل یورپ) کا حصہ بنے اور عنقریب بننے والے ہیں ان میں بسنے والے مسلمان اسی زمین کے فرزند اور اسی یورپین نسل سے ہیں، امریکہ یورپ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے خطرے کو بھانپ کر ہی صیہونی صلیبی گٹھ جوڑ سے نہایت مہارت وچابکدستی سے نائن الیون ۹/۱۱ کا واقعہ انجام دیکر اسے مسلمانوں کے ذمے لگایا تا کہ ایک طرف مغرب کو عالم اسلام پر فوجی یلغار کر کے تباہ کرنے کا بہانہ فراہم ہو دوسری طرف یہاں اسلام کے خلاف نفرت کی آندھی چلا کر بڑھتی ہوئی مسلم آبادی پر بریک لگایا جائے۔

یہاں یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے کہ شروع ہی سے مغرب میں اسلام کا مطالعہ کرنے والے تقریباً تمام ہی طبقات (مورخین، ادیب، شعراء) کا تعلق ارکان کلیسا اور چرچ سے رہا، ان کے نزدیک یورپ پر بیرونی مسلمانوں کے عسکری وسیاسی دباؤ کا واحد تحفظ اسلام کے خلاف نفرت انگیز جھوٹا پروپیگنڈہ تھا، صلیبی جنگوں میں جب پورا یورپ تین صدیوں تک اپنی پوری طاقت جھونک کر بھی اسلام کو ختم نہیں کرسکا تو ریمنڈلل اور راجر بیکن جیسے اسکالرز نے پوپ کے سامنے اسلام کی بیخ کنی کے لیے اسلام کے مطالعہ کی تجاویز رکھیں، طویل بحث ومباحثہ کے بعد اسے منظوری مل گئی چنانچہ شروع ہی سے مغرب کے مطالعہ اسلام کا بنیادی مقصد اسلام کی خامیاں تلاش کرنا اور اسلام پر نظریاتی حملوں کے لیے مواد جمع کرنا تھا جب تک مغرب کو مسلمانوں سے عسکری خطرہ رہا اس وقت تک مستشرقین کی تحریریں شدید تر عناد ونفرت میں ڈوبی رہیں جیسے جیسے خطرہ کم ہوتا گیا کھلے عناد ونفرت کی شدت میں بظاہر کمی آتی گئی۔ بیسویں صدی میں جب مغرب کو عالم اسلام پر ہمہ جہتی غلبہ حاصل ہوگیا اور مسلمان عسکری، سیاسی، علمی، فکری طور پر مغلوب ہوگئے تب اسلام کو سمجھنے کی کوشش شروع ہوئی غرض مغرب میں اسلام کا مطالعہ کرنے والا گروپ (مستشرقین) کی حیثیت ہمیشہ یہاں کی حکومتوں کے آلہ کار کے ہراول دستہ کی اور ان کی تحریروں کی حیثیت اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کی تھی اس لئے سترہویں صدی کی تحریروں کی زبان انتہائی تلخ، پرعناد اور اسلوب جارحانہ، اٹھارویں صدی (خلافت عثمانیہ کے کمزور

ہو جانے کے باعث) زبان میں کچھ متانت و سنجیدگی لے لی کچھ کچھ اسلامی معاشرتی، تاریخی، علمی اثرات دبی زبان سے تعلیم کئے جانے لگے، پہلے مغربی مورخین، مصنفین اسلام کا مطالعہ ترکی سے شروع کرتے تھے، اٹھارویں صدی میں سائنس اور کلیے نے وصال نبویؐ سے شروع کیا پھر انیسویں صدی عالم اسلام کے ابتلاء اور شکست کی صدی تھی اب مغرب نے عالم اسلام کو سیاسی، اقتصادی علمی و فکری طور پر شکنجہ میں جکڑ لیا تھا اب اسلام کے مزید کچھ محاسن تسلیم کئے جانے لگے تھے، انیسویں و بیسویں صدی کے مغربی اہل قلم کی تحریریں احساس برتری سے لبریز ہیں کہ اصل تہذیب، مذہب و قانون مغرب کا ہے اسلام کا جینا اس کے موافق اچھا غیر موافق خراب اب تکبر کے احساس سے طعن و تشنیع، دل آزاری اور انتقامی انداز نمایاں ہوا غرض مغربی اسکالرز دانشوروں کی تحریریں ہمیشہ سے سرد جنگ کا حصہ تھیں ان کا پروپیگنڈہ اس قدر شدید و طاقت ور ہے کہ ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ جس نے اسلام کو اپنے اصل ماخذ کے بجائے مغربی تحریروں سے پڑھا ہے اس کی سوچ و فکر مکمل طور پر مغربی اہل قلم و مستشرقین سے ہم آہنگ ہے مغرب میں روزگار کی خاطر آنے والے مسلمانوں کی بھاری اکثریت اسلام کے حوالے سے بے یقینی کا شکار ہے، نظریاتی بے یقینی معاشرہ کا شیرازہ بکھیر دیتی ہے نیز طاقت ور حریف انہیں بآسانی اپنے ہی معاشرہ کے خلاف آلہ کار بنالیتا ہے جیسا کہ برطانیہ میں ہزاروں مسلمان MIS (برطانوی انٹلی جنس) کے لیے کام کررہے ہیں ان میں بے شمار مولوی بھی ہیں یہ علمی سرد جنگ (مستشرقین) کی ہے جو تقریباً پانچ صدیوں سے جاری ہے اس کا احاطہ تو کجا ابھی تک اس کے بیشتر گوشے پردہ راز میں مستور ہیں تاہم تاریخ میں پہلی بار اب موقع آیا ہے کہ آج گلوبل ولیج کے عنوان سے مغرب اور اس کے واسطے سے پوری دنیا میں جو عالمی ضابطہ اخلاق اور معاشرتی اقدار کی تدوین و ترتیب ہو رہی ہے اس میں ہم اسلام، قرآن اور شریعت کے انسانی معاشرہ کے لیے مفید، بہبودی کے ضامن اور مثبت پہلوؤں سے مغرب کو روشناس کرایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح انسانی معاشرتی و اجتماعی مسائل کے حل کے لیے سیرت نبویؐ کے بہت سے گوشے مدد معاون ہوسکتے ہیں۔ کیا مغرب میں رہنے والے کروڑوں مسلمان اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا سکیں گے؟

آج کی دنیا ایک بستی یا گاؤں (گلوبل ولیج) اور مختلف ممالک اس کے محلے بن چکے ہیں۔ ہر ملک ملٹی نیشن، ملٹی کلچر و ملٹی ریلیجن ملک ہے۔ دنیا کے ہر بڑے شہر میں ایک پڑوسی کرسچن، دوسرا یہودی، تیسرا سوشلسٹ یا بدھسٹ ہونا عام بات ہوگئی ہے، نیز سیکولرزم، ڈی کریسی، انسانی حقوق کو عصری دنیا بطور ایک عقیدہ مذہب کے تسلیم کرچکی ہے اور سیکولرزم کے معنی کسی خاص مذہب یا تمدن کی ترجیح کے بجائے ہر مذہب و کلچر کو مساوی حقوق دینا اور سب کے لیے موقع فراہم کرنا ہے تاکہ ہر مذہب و کلچر کا فرد باہمی رواداری قربت، محبت سے رہ کر ملک و قوم کی ترقی میں اپنا حصہ ڈال سکے آج دنیا میں سب سے اہم مسئلہ یہی باہمی قرابت، افہام و تفہیم، رواداری کا ماحول ہے جب تک دنیا کی دو بڑی قوموں (مسلمان و کرسچن) کے درمیان یہ رواداری و افہام و تفہیم کی روایت قائم نہیں ہوگی دنیا میں اس کا خواب

کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ان دو بڑی قوموں کے درمیان ٹکراؤ و کشیدگی سے صرف اور صرف صیہونی نسل پرستوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے کہ اس طرح انہیں دونوں قوموں پر پھر اپنے خونی پنجے گاڑنے کا مزید موقع ملے گا یہ بات مغرب جتنی جلدی سمجھ لے اس کے اور انسانیت کے حق میں بہتر ہوگا۔

اس وقت دنیا کا سب سے مقبول نظام و سسٹم ڈیما کریسی و سیکولرزم ہے جس پر مغرب کا نہ صرف ایمان واثق ہے بلکہ وہ اس کی خاطر قوموں کی نسل کشی پر بھی آمادہ ہے افغانستان و عراق میں اپنی خونریزی کو جواز دینے کے لیے امریکہ اور نیٹو کا یہی دعوی ہے کہ ہم ڈیما کریسی و سیکولرزم کی برکات باٹنے آئے ہیں اور دونوں کی روح ہے حکومت اور قوانین معاشرہ کی مرضی ومنشاء کے مطابق ہوں نہ کہ باہر سے مسلط کئے جائیں حتی کہ دنیا کے کسی (ربڑ اسٹمپ) پارلیمنٹ کو بھی یہی حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ عوام کی مرضی کے خلاف کسی سپر پاور کے دباؤ میں آکر قوانین معاشرہ پر مسلط کرے غرض یہ عصر حاضر کی بنیادی ضرورت ہے کہ رواداری وافہام وتفہیم کا ماحول قائم کرنے کے لیے اقوام عالم کو چند مشترکہ نکات پر اتحاد واشتراک کرنا ہوگا۔چودہ سو ۱۴۰۰ رسال پہلے قرآن نے تینوں آسمانی مذاہب کے لیے مفاہمت واتحاد کا تین نکاتی فارمولہ دیا تھا (۱) خالق کے سوا کسی کی حقیقی عبادت وتابعداری نہ کی جائے (۲) اس عبادت واطاعت میں کسی بھی طاقت وقوت کو شریک نہ ٹھہرایا جائے (۳) اقوام عالم (طاقت ور و کمزور) ایک دوسرے پر رب وخالق بن کر اپنی مرضی مسلط نہ کریں پہلے دو ر۲ نکات یہودیت، کرسچینیٹی اور اسلام میں مسلّم ہیں، یہ تینوں آسمانی مذاہب توحید کے قائل اور شرک سے بیزار ہیں البتہ مغرب تیسرے نکتہ کے خلاف ڈیڑھ ہزار سال سے پاپا کریسی میں مبتلاء رہا ہے، کرسچینیٹی کے مذہبی طبقہ سے بنیادی غلطی یہی ہوئی کہ انہوں نے خالق کا اطاعت وقانون سازی کا حق پوپ کو دے کر اسے عملاً رب وخالق کا درجہ دے دیا تھا ہزار سال تک پوپ مطلق عنان بن کر مذہبی، معاشرتی، سیاسی حتی کہ شہنشاہوں کے فیصلے کرتا رہا، یہ فیصلے محض اس کی ذاتی مرضی وصوابدید پر مبنی ہوتے تھے اور دنیا کی کسی عدالت میں انہیں چیلنج نہیں کیا جاسکتا تھا اس سے فائدہ اٹھا کر پوپ نے اپنے اقتدار کی خاطر یورپ کے عوام ومعاشرہ پر اپنی غلامی مسلط کردی، سوچ وفکر پر پہرے بٹھادیئے ہزار سال پوپ کے مطلق العنان اقتدار کے تاریک اور (Dark) کے بعد علم وسائنس کا دور شروع ہوا تو چرچ نے استبدادی طاقت سے لاکھوں اہل وفکر وتحقیق کو قتل وزندہ جلا کر علم وسائنس کی راہ روکنی چاہی، یورپ نے کرسچینیٹی کی اس غلطی (پاپا کریسی) کا صدیوں تک خمیازہ بھگتا، اس علم ومذہب کی جنگ میں اعلی اخلاقی قدریں زوال پزیر ہو کر مغرب میں اخلاقی انارکی کا دور شروع ہوا پھر گزشتہ دو صدیوں میں سازش سرمایہ، ومیڈیا کی بدولت مٹھی بھر شاطر ٹولہ (صیہونی نیوکون) نے یورپ کے معاشرہ کو بے بس کر کے یرغمال بنالیا اب مغرب کے عوام کو اس گھناونی سازش کا احساس ہونے لگا ہے، چنانچہ یہ شیطانی ٹولہ جی ایٹ وسرمایہ دار ملٹی نیشنل کمپنیاں جہاں کہیں جمع ہوتے ہیں نفرت کی صورت میں عوام کا ردعمل سامنے آتا ہے مگر اب تک یہ انسانیت کے سارے وسائل پر قابض ہونے کی وجہ سے یہ ٹولہ کامیاب ہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا حشر بھی پاپا کریسی کی طرح ہوتا نظر آرہا ہے بقول

ایک مفکر کے تاریخ کا پہیہ اگر چہ آہستہ چلتا ہے مگر پیستا باریک ہے لگتا ہے مغرب کا معاشرہ ایک بار بے یقینی کی کیفیت میں مبتلاء ہو کر بکھراؤ کی طرف چل پڑا ہے اگر مغرب کے مفکرین واہل دانش نے گلوبل ولیج معاشرہ کے لیے اقدار وضابطہ تلاش نہ کیا تو تباہی سامنے کی بات ہے۔ یہ مسلم علماء واہل دانش کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے کہ عالمی انسانی بہبودی کی اقدار وضابطہ کے تعین میں شریعت، فقہ اسلامی رول کیا ہو اگر ہمارے علماء واہل دانش اس خلا کو پر کرنے پر اپنی سوچ وفکر اور علمی کاوشوں کا رخ کر سکیں اسلام ہی کی نہیں پوری انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہوگی۔

اسلامی قانون وشریعت کا امتیاز: اسلامی قانون کا امتیاز یہ ہے کہ یہ بنیادی طور پر غیر سرکاری قانون ہے جس کے بنانے مرتب کرنے اور توسیع دینے میں کبھی بھی کسی حکومت، ریاست، طاقت ور طبقہ کی مداخلت نہیں رہی یہ عوامی عمل کے ذریعہ مرتب ہوا، امام ابوحنیفہؒ قانونی تاریخ کے عظیم ترین دماغوں میں ایک تھے جن کی تعبیر قانون کو مسلمانوں کا دوتہائی کے قریب حصہ تسلیم کرتا ہے وہ کسی حکومتی قانون ساز ادارہ کے رکن نہیں تھے، امام احمد بن حنبلؒ جن کے فقہی اقوال کو آج سعودی عرب میں قانون کی حیثیت حاصل ہے ان کو کسی بادشاہ نے قانون سازی کے لیے مقرر نہیں کیا تھا اسلام کی پوری تاریخ گواہ ہے اگر کبھی کسی حکمران یا فوجی ڈکٹیٹر نے طاقت کے زور پر کوئی قانون نافذ کرنا چاہا تو مسلم عوام نے اسے مسترد کر کے علماء وفقہاء وعابدین کے آراء پر عمل کیا جبکہ دنیا کے تمام قوانین (بشمول کرسچینٹی کے مذہبی عقائد) شہنشاہوں اور طاقت ور حکمرانوں کی مرضی کے مطابق مرتب ہوئے حتی کہ فقہ کے کونسلوں کے گہرے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کرسچینٹی کے بنیادی مذہبی عقائد تک تمام قوانین وفیصلے رومن شہنشاہ کی مرضی سے بنتے رہے نہ کہ کونسلوں کے اراکین (جو صرف مذہبی پادری ہوتے تھے) کی آراء سے دنیا کے تمام قوانین ودساتیر کی تاریخ یہی ہے کہ پہلے ریاست قائم ہوئی پھر اس نے اپنی طاقت سے قانون بنا کر نافذ کیا مگر اسلام میں قانون پہلے بنا پھر اس کے مطابق ریاست قائم ہوئی، اسلام میں ریاست کا جواز صرف اس وقت تک ہے جب تک وہ قانون شریعت کی حفاظت ونفاذ کرے، ورنہ وہ اپنا قانونی جواز کھو بیٹھتی ہے۔

آج مغرب بلکہ دنیا کا ایک بڑا مسئلہ جرائم کی بہتات وکثرت ہے ہر سال کا ریکارڈ بتاتا ہے کہ قتل، چوری، ڈکیتی، زنا بالجبر سمیت تمام جرائم دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں انہیں ختم کرنا بلکہ کم کرنے کی ہر کوشش ناکام ہے دنیا کی سب سے ترقی یافتہ ومتمدن کہلانے والی قوم امریکہ میں ہر روز بلکہ ہر گھنٹہ کے جرائم کے ہوشربا اعداد وشمار اس بات کی دلیل ہے کہ مغربی قوانین جرائم کی روک تھام میں بالکل ناکام ہو چکے ہیں مغرب کے ہر ملک میں جتنی جیلیں تعمیر ہوتی ہیں ناکافی ہو جاتی ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے مغربی تہذیب میں سب سے زیادہ حقوق مجرموں اور قاتلوں کے ہیں۔ امریکہ میں ایک شخص سو/۱۰۰ کے قریب معصوم بچوں کو اغوا کر کے ان سے بدفعلی وبدکاری کر کے بے دردی سے قتل کرتا ہے جب پکڑا جاتا ہے تو امریکہ کے بہت سے نامور وکیل انسانی ہمدردی میں اسے پھانسی سے بچانے کے لیے میدان میں آجاتے ہیں۔ جبکہ یہ معلوم تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام کا قانون وشریعت جرائم کو جڑ سے اکھاڑ کر نابید کر دیتے

ہیں۔ چودہ سو ر ۱۴۰۰ سالہ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی اسلامی قانون شریعت سے کسی ملک وقوم نے فائدہ اٹھایا تو سوسائٹی کو جرائم سے پاک کرنے میں انتہائی مدد ملی آج سعودی عرب میں اسلامی قانون وشریعت کے صرف ایک چھوٹا سا حصہ (حدود وقصاص) کے نفاذ کی وجہ سے وہاں جرائم کی تعداد دنیا میں سب سے کم ہے کیا یہ بات اقوام عالم اور مغرب سمیت ہر تمدن ومعاشرہ کے لیے غور وفکر کا تقاضہ نہیں کرتی گلوبل ولیج کا بنیادی تقاضہ ہے کہ رنگ ونسل، قومیت وطبقہ کی حد بندیوں سے بالاتر ہوکر کھلے دل سے دنیا کے تمام قوانین، شرائع، دساتیر کا جائزہ لیا جائے مطمع نظر صرف جرائم کا خاتمہ اور انسانی بہبود ہو نہ کہ کسی خاص تمدن وآئین کا تسلط (آرچ بشپ ڈاکٹر ولیمز کے ریمارکس سے برطانیہ میں مسلمانوں کو شریعت کے حوالہ سے شریعت کا صحیح موقف پیش کرنے کا سنہری موقع پیش آیا تھا مگر مسلمان اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے اس کے برخلاف اسلام دشمن (صیہونی و نیوکون) طاقتوں نے میڈیا کے ذریعہ اسلام کا ہوّا کھڑا کر کے اقوام یورپ کو ڈرا دیا حتی کہ وضاحت کے بہانے ڈاکٹر روون ولیمز کو بھی ایک حد تک پسپائی اختیار کرنی پڑی لیکن اس بحث سے مثبت نتائج بھی نکلیں گے چنانچہ ۲۸ رفروری برطانیہ کے دو ر۲ روزناموں فائننشل ٹائمز اور ٹیلی گراف نے خبر دی ہے کہ حکومت سنجیدگی سے سوچ رہی ہے کہ برطانیہ میں بسنے والے مسلم علماء کو اسلامی قانون اور شریعت کی باقاعدہ ٹریننگ دی جائے اس مسئلہ میں برطانیہ کی اسلام دشمن اور اسلام کے متعلق سخت گیر پالیسیوں کے حامی قوتوں کی پوری کوشش ہوگی کہ شریعت لاء کی تعبیر وتشریح مغربی نکتہ نظر کے مطابق یا دوسرے الفاظ میں مغربی اقدار وسسٹم کو کسوٹی بنا کر کی جائے لیکن قدرت نے ہمارے لیے بھی بہت سے مواقع پیدا کردیئے ہیں کہ ہم اسلام وشریعت کے انسانی سوسائٹی کے متعلق فلاح وبہبود اور فائدہ مند پہلوؤں کو سامنے لائیں جن میں ایک یہ ہے کہ اسلام نے اس دور میں جب ایک مذہب تمدن کے لوگوں کے درمیان دوسرے مذاہب کا زندہ رہنا مشکل تھا دوسرے مذاہب وشرائع کو اپنے اپنے مذہبی قوانین کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ ان پر عمل پیرا ہونے کی مکمل ضمانت دی۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے میثاق مدینہ میں یہودیوں اور مدینہ واطراف کے غیر مسلم بت پرست قبائل کو پوری آزادی کے ساتھ ان کے قوانین پر چلنے کی آزادی دی۔ اسی طرح دور خلفاء راشدینؓ میں یروشلم، عراق، وسط ایشیاء کے تمام مفتوحہ ممالک میں تمام مذاہب واقوام کو ان کے قوانین پر چلنے کی آزادی وتحفظ فراہم کیا، آج بھی مصر کے قبطی کرسچین ہوں یا عرب کے یہودی سب آزادی سے اپنے قانون وشرائع پر عمل پیرا ہیں، اگر یہی حق اکیسویں ر ۲۱ صدی میں مغرب میں بسنے والی مختلف مذاہب کی کمیونٹیز کو مل جاتا ہے تو اس سے کوئی آسمان نہیں ٹوٹ پڑے گا، نہ یہاں کے عدالتی سسٹم وقانون کے لیے کوئی خطرہ یا مسئلہ پیدا ہوگا بلکہ ملک میں بسنے والی کمیونٹیز میں باہمی ہم آہنگی اور قرابت کا ذریعہ بنے گا۔ جب آرچ بشپ کے ذریعہ برطانوی میڈیا میں یہ بحث چھڑ گئی ہے تو ہماری پوری کوشش ہونی چاہیے کہ بحث کو مثبت رنگ دیں کہ شریعت صرف چور کا ہاتھ کاٹنے یا زانی کے سنگسار کرنے کا نام نہیں ہے، حدود وقصاص کا نفاذ اسلام میں معاشرہ کی مکمل اصلاح اور معاشرہ کے مکمل طور پر آخری آسمانی تعلیمات پر استوار ہونے کے بعد ہی ممکن ہے۔

○

حافظ محمد بلال اعجاز*

''دارالمصنفین شبلی اکیڈمی'' اعظم گڑھ اور مولانا ضیاءالدین اصلاحی مرحوم

(تعارف وخدمات)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد جب ہندوستان میں دولت اسلامیہ کا خاتمہ ہوا اور انگریزوں کا اس ملک پر تسلط قائم ہوا تو انگریزں نے جذبہ انتقام میں مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ لاکھوں معصوم و بے گناہ انسان ظلم و بربریت کا شکار ہوئے، سرِ بازار پھانسیاں دی گئیں۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ ہندوستان میں اسلامی تہذیب اور اقدار و روایات جنہیں مسلمان اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے کی شکست کے مترادف تھا۔ اس المناک سانحہ پر مولانا قاسم نانوتویؒ لکھتے ہیں کہ: ''اور یہ وہ معرکہ تھا جس میں ملکِ ہندوستان میں شوکتِ اسلام بالکل زائل ہوگئی تھی اور مغلیہ سلطنت کے جسم کی جان نکل گئی اور کارخانہ اسلام تہ بالا ہوگیا تھا، مسلمان ہونا ہی جرم ہوگیا تھا، اکابرین دین کا خاتمہ ہوگیا تھا، ہر مسلمان سراسیمہ حال تھا، ہر مومن شکستہ حال تھا۔ ہندوستان میں ایسی گہری اندھیری چھائی ہوئی تھی نہ میں تجھ اور نہ تو مجھ حال تھا یا نفسا نفسی کا مقام تھا جتنا جو بڑا تھا اتنا ہی بڑا اس پر صدمہ تھا۔ اکثر اکابرین دین جنت الفردوس کو سدھارے اور بعض جو پنجہ اجل سے بچے اس ملک سے ہجرت فرما گئے۔ ہندوستان میں اسلام پر قریب اسی کے صدمہ عظیم واقع ہوا ہے۔ جیسے رسول مقبول علیہ السلام کی وفات شریف پر کل اسلام پر مسلمانوں کی قلت، کفار کی کثرت، کفر کی شدت بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب دین نسیاً منسیا ہو جائے گا۔''(۱)

انہی خطرات کو محسوس کرتے ہوئے مسلمان علماء و فضلاء اس طرف متوجہ ہوئے۔ مسلمان مصنفین کا ایسا طبقہ پیدا ہوا جنہوں نے اسلام اور اسلامی تہذیب و تاریخ کی مدافعت کو اپنا شعار بنا دیا اور اس حوالے سے تصنیفی و تالیفی کام کیے۔

برصغیر پاک و ہند میں اس حوالے سے علامہ شبلی نعمانیؒ رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔ آپ کو احساس تھا کہ نوجوان

---

* اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب لاہور۔

نسل اپنی اقدار و روایات سے بیگانہ ہوتی جارہی ہے، لہٰذا اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ انکے سامنے اسلام کی دائمی تعلیمات اور مشاہیر اسلام کی تابندہ علمی و عملی تاریخ پیش کی جائے اور ان کے زریں کارناموں سے ان کو روشناس کرایا جائے۔ اس مقصد کے لیے آپ کے ذہن میں ''دارالمصنفین'' کے قیام کی تجویز آئی۔ مارچ ۱۹۱۰ء کے اجلاس دہلی میں دارالعلوم کی جو سہ سالہ رپورٹ لکھ کر انہوں نے پیش کی تھی اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ: ''قومی اور مذہبی ضروریات میں جس قدر، ایک قومی مدرسہ، ایک قومی کالج، ایک قومی یونیورسٹی کی ضرورت ہے، اسی قدر ایک قومی کتب خانہ اعظم کی بھی ضرورت ہے۔ اگر مسلمانوں کے مذہب، مسلمانوں کے علوم، مسلمانوں کی قومی تاریخ کو زندہ رکھنا ہے تو ضروری ہے کہ ایک ایسا کتب خانہ بہم پہنچایا جائے جس میں علوم مذہبی سے متعلق نادر و بیش بہا تصانیف موجود ہوں جس میں مسلمانوں کے خاص ایجاد کردہ علوم و فنون کا کافی سرمایہ ہو جس میں ہر فن کے متعلق وہ تمام کتابیں موجود ہوں جو اس فن کے دور ترقی کے مدارج ہیں، جن میں قدماء کے عہد کی یادگاریں ہوں اور ان سب باتوں کے ساتھ یہ کتب خانہ کسی کا ذاتی نہ ہو بلکہ وقف عام ہو، تا کہ تمام ہندوستان کے مسلمان اور بالخصوص مصنفین اور اہل قلم اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔'' (۲)

سید سلیمان ندویؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''علامہ شبلیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جلسہ میں پڑھنے کے لیے ''ندوہ میں ایک عظیم الشان کتب خانہ کی ضرورت'' کا عنوان میرے حوالے فرمایا تھا اور ارشاد ہوا تھا کہ اس سلسلہ میں ایک دارالمصنفین کے قیام کی تجویز پیش کرو۔'' (۳)

یہ تمام منصوبے ابھی عملی شکل اختیار نہیں کر سکتے تھے کہ ندوہ میں اختلاف پیدا ہو گئے اور مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہؒ نے جولائی ۱۹۱۳ء میں وہاں کی معتمدی سے استعفیٰ دے دیا لیکن اب ''دارالمصنفین'' کے خیال نے زور پکڑا چنانچہ یکم نومبر ۱۹۱۳ء کو منشی محمد امین زبیری صاحب کو (جو والی بھوپال کی بیگم صاحبہ کے لٹریری سیکرٹری تھے) ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں: ''جہاں یہ دونوں (سلیمان، عبدالسلام) اچھے بن گئے، کم بخت مخالفین نے اوقات اور کام میں خلل ڈال دیا ورنہ اور بھی داغ بیل پڑ رہی تھی، بہر حال یہ طے ہو لے کہ کہاں صدر مقام کروں تو پھر ارباب قلم کی تربیت شروع کروں، انشاء اللہ سیرت کے دفتر کو اتنا وسیع کرتا ہوں کہ ''دائرۃ التالیف'' بن جائے، ہندوستان میں اور ہر کام کے لیے انجمنیں ہیں، مگر تصنیفی انجمن کا میدان خالی ہے اور یہ سب سے بڑا اہم کام ہے، ایک لائق مصنف ہزاروں آدمیوں کے دلوں پر حکمرانی کرتا ہے۔'' (۴) غرض ان دنوں ''دارالمصنفین'' کی تاسیس کا خیال بار بار آپ کے ذہن میں آتا تھا اور آپ اپنے احباب اور شاگردوں سے مشورے کرتے تھے۔

دارالمصنفین کے قیام کی تجویز کی اشاعت: انہی دنوں میں جب آپ سیرت النبی ﷺ کی تالیف میں معروف تھے دارالمصنفین کے قیام کا خیال کر کے احباب اور شاگردوں کے مشورے سے بالآخر ۱۱ رفروری ۱۹۱۴ء کے الہلال میں یہ اہم تجویز شائع کی اور انگریزی میں اس کا ترجمہ کرایا چنانچہ مولوی ریاض حسن رئیس رسولپور ضلع مظفر پور

بہار کو ۲۶ رفروری ۱۹۱۴ء کو ایک خط میں لکھا کہ:

''ہاں دارالمصنفین کی تجویز الہلال میں کیا نظر سے نہیں گزری، ضرور دیکھیے آپ اس کے خاص مخاطب ہیں میں اس کے لیے خود وہاں تک آؤں گا۔ یہ میرا اخیر کام ہے اور زمرہ مصنفین کی دائمی خدمت ہے۔''(۵)

دارالمصنفین کا مرکز: مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دلی خواہش تھی کہ دارالمصنفین ندوہ ہی میں قائم ہو، چنانچہ مولوی مسعود علی ندویؒ رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان کو یہ لکھا کہ دارالمصنفین لکھنو میں اور ندوہ کے احاطہ میں قائم ہو تو اس کے جواب میں ۲۷ رجولائی ۱۹۱۴ء کو لکھا: ''بھائی وہ لوگ دارالمصنفین ندوہ میں بنانے کب دیں گے کہ میں بناؤں۔ میری اصل خواہش یہی ہے لیکن کیا کیا جائے، حالانکہ اس میں انہیں کا فائدہ ہے۔''(٦)

دارالمصنفین کے قیام کے سلسلے میں مولانا حبیب الرحمٰن شروانیؒ کی رائے مانگی۔ مولانا شروانیؒ نے ان کے لیے خود اپنے وطن ''حبیب گنج'' کی پیش کش کی جسے مولاناؒ نے منظور نہیں کیا۔ اور لکھا:

''آپ دارالمصنفین کو حبیب گنج لے جانا چاہتے ہیں تو حضرت میں اعظم گڑھ کو کیوں نہ پیش کروں، اعظم گڑھ میں اپنا باغ اور دو بنگلے پیش کر سکتا ہوں۔''(۷)

جب ''دارالمصنفین'' کے قیام کے لحاظ سے یہ ابتدائی کوششیں جاری تھیں انہی دنوں میں آپ کے بھائی کا انتقال ہوا اور آپ اعظم گڑھ تشریف لے آئے اور یہاں پر سکون و اطمینان دیکھ کر اس شہر میں ''دارالمصنفین'' کے قیام کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے اپنے ذاتی باغ اور بنگلہ کو وقف کرنے کے لیے وقف نامہ لکھوانا شروع کر دیا اور سید سلیمان ندویؒ کے نام خط میں کتابوں کے مہیا ہونے اور وقف نامہ باغ کی تحریر وغیرہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔(۸)

ان مراحل کے بعد مولانا شبلیؒ نے چند قواعد مرتب کیے اور اپنے تلامذہ خاص کو خطوط بھیجے کہ وہ رخت سفر باندھنے کیلئے تیار ہو جائیں لیکن اس دوران خود سالار قافلہ اس دنیا سے روانہ ہوئے اور مولاناؒ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی:

''میں اس عمارت کو انشاء اللہ تعالیٰ پورا کر کے رہوں گا اور شاید وہی میرا مدفن بھی ہو۔''(۸)

مولانا کے انتقال کے وقت دارالمصنفین جس شکل میں موجود تھا وہ دو کچے بنگلے چند سو کتابیں اور کچھ الماریوں پر مشتمل تھا اس کے علاوہ بعض تصانیف مثلاً سیرت النبی ﷺ کا پہلا حصہ تقریباً تیار ہو چکا تھا جیسا کہ ۱۹۱۳ء کے خط میں منشی محمد امین زبیری کے نام لکھتے ہیں کہ: ''کتاب کا پہلا حصہ جس میں سادہ حالات زندگی ہیں قریباً قریباً تیار ہو گیا ہے کتاب پانچ جلدوں میں ہوگی جو حصہ گویا تیار ہے وہ قریباً پانچ سو صفحوں میں ہیں۔''(۹)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دارالمصنفین کے قیام کے حوالے سے مولوی غلام محمد کا یہ فرمانا کہ: ''سید الطائفہ ثانی قدس سرہ جب یہاں تشریف لائے تو نہ یہاں کچھ، نہ خود ان کے ساتھ کوئی ظاہری سامان و اسباب آئے تھے۔ برس پہلے مولانا شبلیؒ نے دارالمصنفین کا خاکہ ضرور تیار فرمایا تھا بلکہ یہ تو ایک تصور تھا جس کا خارج میں کوئی وجود نہ تھا بلکہ اس کے آثار بھی

پیدا نہ تھے۔"(۱۰)

مولوی غلام محمد بی۔اے کے اس بیان کے علاوہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن "دارالمصنفین" کے قیام کی نسبت لکھتے ہیں کہ: "اس ادارے کے بانی اور پہلے ناظم سید سلیمان ندویؒ تھے۔"(۱۱)

ان دونوں بیانات سے یہی واضح ہوتا ہے کہ علامہ شبلی نعمانیؒ کی وفات کے وقت "دارالمصنفین" کا کوئی وجود نہ تھا بلکہ اس کے بانی و ناظم سید سلیمان ندویؒ ہیں۔ یہ دونوں بیانات درست نہیں کیونکہ علامہ شبلیؒ کی وفات سے پہلے پہلے ہی جیسا کہ آپ کے خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ دارالمصنفین کے لیے ابتدائی انتظامات مکمل ہو چکے تھے، وقف نامہ کی تیاری جاری تھی۔ کتابیں بقدر ضرورت مہیا ہو چکی تھیں۔ مالی ضروریات کا بھی انتظام ہو چکا تھا اور تصنیفی و تالیفی خدمات کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔

دارالمصنفین کے قیام کا اعلان: مولانا شبلیؒ کے انتقال کے تیسرے دن ۲۱ر نومبر ۱۹۱۴ء کو مولانا حمید الدین فراہیؒ کی دعوت پر آپ کے تلامذہ جمع ہوئے اور ایک عارضی مجلس "اخوان الصفاء" کے نام سے قائم کی گئی جس کے صدر مولانا حمید الدین فراہیؒ، ناظم مولانا سید سلیمان ندویؒ، اور مہتمم مولوی مسعود علی ندویؒ مقرر ہوئے۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اخبارات میں مضامین لکھ کر "دارالمصنفین" کے قیام کی اطلاع دی اور تعاون کی اپیل کی۔(۱۲)

دارالمصنفین کے مقاصد: دارالمصنفین کے اہداف و مقاصد کا ذکر گذشتہ صفحات میں آ چکا ہے لیکن یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ دارالمصنفین کا بنیادی مقصد تصنیف و تالیف کے لیے اہل علم کی تربیت کرنا، بلند پایہ کتابوں کی تصنیف و تالیف و ترجمہ اور ان کی اشاعت کا انتظام کرنا تھا۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے ۱۹۱۵ء میں جب دارالمصنفین شبلی اکیڈمی کے نام سے اس ادارہ کی رجسٹریشن کرائی گئی تو اس کے مندرجہ ذیل مقاصد قرار دیے گئے:

۱۔ ملک میں اعلیٰ مصنفین اور اہل قلم کی جماعت پیدا کرنا　　۲۔ بلند پایہ کتابوں کی تصنیف و تالیف و ترجمہ

۳۔ ان کی اور دیگر علمی و ادبی کتابوں کی طبع و اشاعت کا انتظام کرنا۔(۱۳)

دارالمصنفین کے رفقاء و منتظمین: دارالمصنفین کو مختلف وقتوں میں جن رفقاء و مصنفین و منتظمین کی خدمات و سرپرستی حاصل رہی ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں: ۱۔ مولانا حمید الدین فراہیؒ　۲۔ ڈاکٹر محمد عزیزؒ

۳۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ　　۴۔ ڈاکٹر محمد یوسف کوکنؒ　　۵۔ مولانا مسعود علی ندویؒ

۶۔ مولانا مجیب اللہ ندویؒ۔　　۷۔ مولانا عبدالسلام ندویؒ　　۸۔ ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندویؒ۔

۹۔ جناب خاور نعمانی خلف مولانا شبلی نعمانیؒ　　۱۰۔ حافظ عمیر الصدیق دریا آبادیؒ

۱۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن شیروانیؒ　　۱۲۔ مولانا عبدالباریؒ ندوی　　۱۳۔ نواب سید علی حسن خانؒ

۱۴۔ مولانا سعید انصاریؒ　　۱۵۔ پروفیسر عبدالقادرؒ　　۱۶۔ مولانا ابوالجلال ندویؒ

۱۷۔مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ ۱۸۔ مولانا ابوظفر ندویؒ ۱۹۔مولانا شاہ معین الدین ندویؒ

۲۰۔سید صباح الدین عبدالرحمٰن ندویؒ ۲۱۔مولانا اویس ندوی نگرامیؒ

۲۲۔ مولانا سید ریاست علی ندویؒ ۲۳۔مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ ۲۴۔مولانا عبدالرحمٰن پرواز اصلاحیؒ

۲۵۔مولوی محمد عارف عمریؒ ۲۶۔مولوی محمد منصور ندویؒ

دار المصنفین کے پہلے ناظم سید سلیمان ندویؒ تھے، آپ ۱۹۴۶ء تک دار المصنفین سے وابستہ رہے اور اس دوران آپ نے دار المصنفین کی تعمیر و ترقی کے لیے کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ ۱۹۴۶ء میں آپ بھوپال چلے گئے اور وہاں قاضی القضاۃ مقرر ہوئے اور تقسیم ہندوستان کے بعد پاکستان چلے آئے۔

آپ کی ہجرت کے بعد مولانا شاہ معین الدینؒ نے نظامت سنبھالی، ۱۹۷۴ء میں آپ کی وفات کے بعد سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ نے دار المصنفین کے ناظم کی ذمہ داری سنبھالی۔ اور اسے آخری دم تک بخیر و خوبی سرانجام دیتے رہے اور اب یہ ذمہ داری مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ سرانجام دے رہے تھے۔(۱۴)

دار المصنفین کی تصنیفی وتالیفی خدمات: دار المصنفین کے زیر اہتمام تصنیفات کو مختلف النوع موضوعات سے ہونے کے سبب درج ذیل عنوانات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ سلسلہ سیرت النبی ﷺ ۲۔ سلسلہ سیر الصحابہؓ وتابعینؒ ۳۔ سلسلہ تاریخ اسلام

۴۔ سلسلہ تاریخ علوم وفنون ۵۔ سلسلہ تاریخ ہند ۶۔ شخصیات وسوانح ۷۔ حدیث ومحدثین

۸۔ فقہ وفقہا ۹۔ فلسفہ وکلام ۱۰۔ قرآنیات ۱۱۔ ادب وتنقید ۱۲۔ سلسلہ اسلام ومستشرقین

۱۳۔مقالات وخطبات ۱۴۔ اہم عصری مسائل

آگے صفحات میں دار المصنفین کی مطبوعات کا موضوعات کے لحاظ سے ایک سرسری جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

سلسلہ سیرۃ النبی ﷺ: دار المصنفین کا آغاز پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کی تالیف کے مقدس وبابرکت عمل سے ہوا۔ سیرۃ النبی ﷺ کے نام سے یہ بے نظیر کتاب سات جلدوں پر مشتمل ہے، ابتدائی دو جلدیں علامہ شبلیؒ کے قلم سے ہیں اور بقیہ پانچ جلدوں میں سے چار جلدیں سید سلیمان ندویؒ اور آخری جلد سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ نے مرتب کی ہیں۔ بلاشبہ یہ دار المصنفین کی مقبول ترین کتاب اور اس کا سرمایہ افتخار ہے جس کی مثال اردو ہی نہیں عالم اسلام بلکہ دنیا کی کسی زبان میں نہیں ملتی، اس کی عظمت و بلند پایگی اور مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کی مختلف زبانوں مثلاً عربی، فارسی، ترکی، انگریزی، پشتو اور ملیالم وغیرہ میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے اور اس کے سینکڑوں ایڈیشن طبع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔(۱۵)

سیرت النبی ﷺ کے علاوہ دار المصنفین نے اس موضوع پر دو اور کتابیں رحمت عالم اور خطبات مدراس بھی شائع کی

ہیں، رحمت عالم بچوں کیلئے انتہائی آسان زبان میں لکھی گئی ہے۔ سیرت کے موضوع پر یہ انتہائی جامع کتاب ہے۔

خطبات مدراس میں سیرت نبوی ﷺ کا پورا خلاصہ اور اس کے تمام پہلو آگئے ہیں۔ اپنے موضوع کی تمام خصوصیات کے ساتھ یہ کتاب انتہائی جامع اور دل نشین ہے۔

سلسلہ سیر الصحابہؓ: دارالمصنفین کا ایک اور بڑا کارنامہ حضرات صحابہ کرامؓ کے احوال و آثار کی تحقیق و تدوین ہے۔ اردو زبان میں صحابہ کرامؓ کے حالات و سوانح اور ان کے علمی و دینی اور سیاسی کارناموں کا ایسا مفصل اور جامع اور مکمل سلسلہ تالیف موجود نہ تھا بلکہ اس مرتب صورت میں خود عربی زبان میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی جس میں صحابہ کرامؓ کے عقائد، خیالات، عبادات، معاملات، اخلاق و معاشرت اور ان کی عملی زندگی اور ان کے سیاسی انتظامی اور علمی کارناموں کے واقعات مربوط شکل میں پیش کیے گئے ہوں۔ اس سلسلہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس سے عہد رسالت و صحابہ کرامؓ کی سیاسی اور معاشرتی دونوں طرح کے حالات کا واضح نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

سلسلہ سیرت الصحابہؓ ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے جس کی فہرست یہ ہے:

۱۔ خلفائے راشدینؓ　جلد اول از مولانا شاہ معین الدین ندویؒ　　۲۔ مہاجرین (حصہ اول) جلد دوم　ایضاً

۳۔ مہاجرین (حصہ دوم) جلد سوم　از مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ

۴۔ سیر انصار (حصہ اول) جلد چہارم　از مولانا سعید انصاریؒ　　۵۔ سیر انصار (حصہ دوم) جلد پنجم　ایضاً

۶۔ سیر الصحابہ جلد ششم　از مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ　　۷۔ سیر الصحابہ جلد ہفتم　ایضاً

(۵۰ صحابہ کرام کے حالات و سوانح جو فتح مکہ کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے)

۸۔ سیر الصحابیات جلد ہشتم　از مولانا سعید انصاریؒ　　۹۔ اسوہ صحابہ (اول) جلد نہم　از مولانا عبدالسلام ندویؒ

۱۰۔ اسوہ صحابہ (دوم) جلد دہم　ایضاً　　۱۱۔ اسوہ صحابیات جلد یازدہم　از مولانا مجیب اللہ ندویؒ

سلسلہ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ: حضرات صحابہ کرامؓ کے فیض یافتہ اور ان کے صحیح اور سچے جانشین حضرات تابعینؒ تھے اور ان کے سچے وارث اور ان کے تربیت یافتہ حضرات تبع تابعینؒ تھے تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا جس دور سے تعلق ہے وہ مسلمانوں کی تاریخ کا انتہائی روشن اور تابناک عہد ہے۔ دارالمصنفین نے ان حالات و واقعات، علم و عمل اور زہد و ورع کی داستان بھی اپنے رفقاء سے قلمبند کرا کے شائع کی جسکی فہرست یہ ہے:

۱۔　تابعین از مولانا شاہ معین الدین ندویؒ

۲۔　تبع تابعین (جلد اول)　از مولانا مجیب اللہ ندویؒ

۳۔　تبع تابعین (جلد دوم) از ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندویؒ

سلسلہ تاریخ اسلام: دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں نے بڑی بڑی حکومتیں قائم کیں جو عرصہ دراز

تک قائم رہیں۔ ضرورت تھی کہ ان کی مفصل تاریخ لکھی جائے۔ دارالمصنفین کے متعدد علمی منصوبوں میں ایک تاریخ اسلام کی تدوین بھی تھی، چنانچہ اس موضوع پر دارالمصنفین نے متعدد کتابیں تصنیف کرائیں اور انہیں شائع کیا، اب تک تاریخ کے مندرجہ ذیل حصے شائع ہو چکے ہیں:

۱۔ تاریخ اسلام (اول) خلافت راشدہ ازمولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ

۲۔ تاریخ اسلام (دوم) بنی امیہ ایضاً ۳۔ تاریخ اسلام (سوم) بنی عباس ایضاً

۴۔ تاریخ اسلام (چہارم) بنی عباس ازمولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ

۵۔ تاریخ دولت عثمانیہ (اول) از ڈاکٹر محمد عزیزؒ ۶۔ تاریخ دولت عثمانیہ (دوم) ایضاً

۷۔ تاریخ صقلیہ (اول) ازمولانا سید ریاست علی ندویؒ ۸۔ تاریخ صقلیہ (دوم) ایضاً

۹۔ تاریخ اندلس (اول) ایضاً ۱۰۔ اسلام اور عربی تمدن ازمولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ

۱۱۔ عرب کی موجودہ حکومتیں ایضاً ۱۲۔ تاریخ دعوت وعزیمت (اول) ازمولانا سید ابوالحسن ندویؒ

۱۳۔ تاریخ دعوت وعزیمت (دوم) ایضاً ۱۴۔ اسلام کا سیاسی نظام ازمولانا محمد اسحاق سندیلویؒ

۱۵۔ ہماری بادشاہی ازمولانا عبدالسلام قدوائی ندویؒ ۱۶۔ عربوں کی جہازرانی ازمولانا سید سلیمان ندویؒ

۱۷۔ بہادر خواتین ایضاً ۱۸۔ اسلام میں مذہبی رواداری از سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ

۱۹۔ صلیبی جنگیں ایضاً ۲۰۔ چینی مسلمان از بدرالدین چینیؒ

ان مطبوعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دارالمصنفین نے مسلمانوں کی تاریخ کی کس قدر خدمت انجام دی ہے۔ دارالمصنفین کی ان تاریخی تصانیف کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اہل علم کی پذیرائی کے ساتھ ہندو پاک کی مختلف یونیورسٹیوں نے ان کو اپنے نصاب تعلیم میں بھی شامل کیا۔ صقلیہ یعنی سسلی میں مسلمانوں نے ڈھائی سو برس تک حکمرانی کی مگر اردو کیا عربی وانگریزی میں بھی اس کی کوئی مفصل اور مبسوط تاریخ موجود نہ تھی، دارالمصنفین نے اس کی طرف توجہ کی اور مولانا سید ریاست علی ندویؒ نے دو جلدوں میں اس کی نہایت جامع مستند اور مکمل تاریخ قلمبند کی، اسی طرح تاریخ دولت عثمانیہ بھی اپنے موضوع پر بے نظیر اور معرکۃ الآراء کتاب ہے۔ تاریخ اندلس بھی دارالمصنفین کا شاہکار ہے۔

چین کے مسلمانوں کے بارے میں سرے سے کوئی اطلاع ہی نہیں تھی، دارالمصنفین نے یہاں کے مسلمانوں کی تاریخ بھی شائع کی جو چینی مسلمان کے نام سے ہے اور بدرالدین چینی کی تصنیف ہے۔

ان اشاعتوں سے ظاہر ہے کہ دارالمصنفین کی یہ کوشش رہی کہ ہر ایسے ملک کی تاریخ اردو میں آجائے جہاں مسلمانوں نے اپنے سیاسی، تہذیبی اور تمدنی وجود کا احساس دلایا ہے۔

تاریخ ہند: ہندوستان میں مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار برس حکمرانی کی اور اسے علمی وادبی، تاریخی، تعلیمی

،سیاسی ، انتظامی اور تعمیری واقتصادی ہر طرح سے انتہائی ترقی دی ۔ ضرورت تھی کہ اس کی علمی وتمدنی اور سیاسی ومعاشرتی تاریخ قلمبند کی جائے ، دارالمصنفین نے روز اول ہی سے اس عظیم تاریخ کی تدوین وترتیب پیش نظر رکھی ۔ علامہ شبلیؒ کے تصنیفی منصوبوں میں اسے خاص اہمیت حاصل رہی ، چنانچہ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے تاریخ ہند کی تدوین کا ایک جامع منصوبہ بنایا جس کا مقصد ہندوستان کے تمام علاقوں کی تاریخ کی تدوین تھا ۔ تاریخ سندھ سے اس منصوبہ کا آغاز ہوا ، سید سلیمان ندویؒ کے بعد سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ نے اس موضوع پر مسلسل کام جاری رکھا ، اس سلسلہ میں اب تک مندرجہ ذیل کتابیں دارالمصنفین سے شائع ہو چکی ہیں : ۱ ۔ تاریخ سندھ (اول و دوم) از مولانا سید ابوظفر ندویؒ

۲ ۔ مختصر تاریخ ہند ۔ ایضاً ۳ ۔ مختصر تاریخ گجرات ۔ ایضاً ۴ ۔ گجرات کی تمدنی تاریخ ۔ ایضاً

۵ ۔ عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندویؒ ۶ ۔ رقعات عالمگیر ۔ از نجیب اشرف ندویؒ

۷ ۔ مقدمہ رقعات عالمگیر ۔ ایضاً ۸ ۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں (اول) از مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ

۹ ۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں (دوم) ایضاً ۱۰ ۔ ہندوستان کی کہانی ۔ از مولانا عبدالسلام قدوائی ندویؒ

۱۱ ۔ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں ۔ از مولانا ابوالحسنات ندویؒ ۱۲ ۔ کشمیر سلاطین کے عہد میں ۔ از محب الحسن مترجم میجر علی حماد عباسیؒ ۱۳ ۔ اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں ۔ مترجم مولانا ابوالعرفان ندویؒ ۔

تاریخ ہند کی ترتیب وتدوین میں سب سے زیادہ حصہ جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم کا ہے جن کو خاص اسی مقصد سے مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اپنی تربیت ورہنمائی میں تیار کیا تھا ، چنانچہ انہوں نے مدت العمر اسی موضوع کی خدمت کی ، ان کی مندرجہ ذیل کتابیں دارالمصنفین نے شائع کی ہیں :

۱۴ ۔ بزم تیموریہ (تین جلدیں) ۱۵ ۔ بزم مملوکیہ ۱۶ ۔ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے

۱۷ ۔ ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک جھلک ۔ ۱۸ ۔ ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر

۱۹ ۔ ہندوستان کے عہد وسطیٰ کا فوجی نظام ۔ ۲۰ ۔ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی کارنامے

۲۱ ۔ عہد مغلیہ ہندو مسلم مورخین کی نظر میں ۲۲ ۔ ہندوستان کے عہد ماضی میں مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری (تین جلدیں) ۲۳ ۔ ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں (دو جلدیں) ۲۴ ۔ عہد مغلیہ میں ہندوستان سے محبت وشیفتگی کے جذبات ۲۵ ۔ ہندوستان امیر خسرو کی نظر میں ۔ ۲۶ ۔ بابری مسجد ۔ ۲۷ ۔ بزم صوفیا ۔

۲۸ ۔ صلیبی جنگیں ۲۹ ۔ سلاطین دہلی کے عہد میں ہندوستان سے محبت اور شیفتگی کے جذبات

۳۰ ۔ اسلامی اور مذہبی رواداری ۔ ۳۱ ۔ مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب

(جاری ہے)

ڈاکٹر زاہد منیر عامر
وزیٹنگ پروفیسر مسندِ اردو ومطالعہ پاکستان
جامعہ الازہر قاہرہ۔مصر

تازہ ہر عہد میں ہے قصہ فرعون وکلیم

مصر کے مشرق میں واقع شہر عریش کے ایک علاقے راس سدر میں جزیرہ نمائے سینا کے مغربی ساحل پر وہ مقام ہے جہاں فرعون کی لاش تیرتی ہوئی پائی گئی تھی، یہ مقام آج کل جبلِ فرعون کہلاتا ہے اور جبلِ فرعون کے قریب ہی وہ چشمہ واقع ہے جہاں سے کارکنانِ قضا وقدر نے اسے پانی سے باہر لا پھینکا تھا، اس چشمے کا پانی گرم ہے اور اسے مقامی روایت میں حمام فرعون کہا جاتا ہے۔ یہاں سے حاصل ہونے کے بعد اسے بھی دیگر فراعنہ کی طرح اہرام میں منتقل کیا گیا ہوگا کیونکہ اہرامات فراعنہ کی لاشوں کو محفوظ کرنے کے لیے تعمیر کیے گئے تھے۔لیکن اب عبرت کے یہ نشان مصر کے عالی شان عجائب گھر میں ہیں، اس عجائب گھر کی بنا، جسے عربی میں المتحف المصری کہا جاتا ہے یکم اپریل ۱۸۹۷ء کو رکھی گئی اور اسے ۱۵/نومبر ۱۹۰۲ء کو عوام کیلئے کھولا گیا، یہ قاہرہ کے مشہور علاقے میدانِ تحریر میں ہے اور اس کے ۱۰۷ کمروں اور گیلریوں میں ایک لاکھ بیس ہزار نوادر رکھے گئے ہیں اس کا شمار دنیا کے بڑے عجائب گھروں میں ہوتا ہے ،اس عجائب گھر میں داخل ہوتے ہوئے مجھے اس کی نسبت سرسید احمد خان کی رائے یاد آئی انھوں نے لکھا تھا: 'میوزیم مصر کا، یعنی عجائب خانہ ایسا عمدہ ہے کہ مصر کی پرانی چیزوں کیلئے اپنا نظیر نہیں رکھتا، پرانی لاشیں جو ممی کہلاتی ہیں اور پرانی صنائع مصر کی نہایت خوب صورتی اور عمدگی سے آراستہ ہیں اور بہت فائدہ بخش، عبرت انگیز اور حیرت خیز ہیں' سرسید کے اس زاویہ نظر پر ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے لیکن یہ رائے اب بھی بے نیازِ تردید ہے۔ سرسید نے جن ممیوں کا ذکر کیا ہے ان میں رعمسیس ثانی کی ممی بھی شامل ہے مشہور روایت کے مطابق رعمسیس ثانی ہی فرعونِ موسیٰ تھا جس کی لاش کے بارے میں محققین نے بتایا ہے کہ ۱۹۰۷ء میں سر گرافٹن الیٹ سمتھ نے اس کی ممی پر سے پٹیاں کھولی تھیں تو اس پر نمک کی ایک تہ جمی ہوئی پائی گئی تھی جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ یہ ایک عرصے تک پانی میں رہنے کی نشانی ہے۔مصر کے مشہور عجائبات، اہرام اور ابوالہول تو شہر سے باہر ہیں لیکن یہ عجائب گھر شہر میں ہے یہاں داخلے کا ٹکٹ پچاس مصری پاؤنڈ کا ہے ہم اس ٹکٹ سے تو مستثنیٰ تھے لیکن اندر ممیوں کے حصے میں جانے کے لیے جو الگ ٹکٹ تھا ہمارے پاس موجود ڈپلومیٹک کارڈ کے باوجود خریدنا ضروری تھا، ایک شخص کے لیے ایک ٹکٹ کی قیمت ایک سو مصری پاؤنڈ تھی یعنی پاکستانی بارہ تیرہ سو روپے، سو دی گئی۔اور ہم ممیوں کے سکشن میں داخل ہوگئے، یہاں غالباً سترہ ممیاں ہیں ایک مستطیل کمرے کے چاروں جانب اطراف میں چلنے کی جگہ چھوڑ کر شیشے کے شوکیس رکھے گئے ہیں جن میں

قدیم فراعنہ اپنے اصل جسموں کے ساتھ موجود ہیں ان میں سے اکثر کی صورتیں ہیبت ناک ہو چکی ہیں، اوران کی جلد ختم ہو کر نیچے سے نکلنے والا حصہ، جسم بالکل سیاہ ہو چکا ہے دوشہزادیوں کی ممیاں بھی ہیں لیکن ان کے جسم مکمل طور پر ڈھانپے ہوئے ہیں انھیں دیکھا نہیں جاسکتا صرف ان کی تفصیل پڑھی جاسکتی ہے اور کفن پوش لاش دیکھی جاسکتی ہے۔ فراعنہ البتہ کندھوں سے اوپر کے جسم کے ساتھ چہروں بازدوں اور قدموں سمیت دیکھے جاسکتے ہیں، ان میں سے بعض کے سراپنے وجود سے الگ ہو چکے ہیں لیکن اس طرح رکھے گئے ہیں کہ جسم سے جدا نہ ہوں۔ البتہ جبینوں کی شکست کو روکا نہیں جاسکا اور جس نے جس کیفیت میں یہ دنیا چھوڑی وہ کیفیت بھی جوں کی توں ہے۔ ان کے قد وقامت بھی آجکل کے عام انسانوں کی مانند ہیں کوئی خاص فرق نہیں جسامت بھی معمولی ہے ہوسکتا ہے کہ مرور ایام سے جسم اپنی اصل کے مقابلے میں سکڑ گیا ہوتا ہم قامت تو یقیناً وہی ہے۔

مجھے فطری طور پر سب سے زیادہ دلچسپی رعمسیس ثانی کی ممی سے تھی ہم پاکستانی تو اسے ایک ملعون ومغضوب کے طور پر ہی جانتے ہیں لیکن یہاں مصر میں آکر دیکھا کہ قاہرہ شہر کا ایک اہم علاقہ اس کے نام سے منسوب ہے جسے میدان رمسیس کہا جاتا ہے، ایک سڑک اس کی یادگار ہے، ایک فائیو سٹار ہوٹل کا نام اس کے نام پر رکھا گیا ہے اور اس کے سوانح اور فضائل پر بڑی بڑی کتابیں شائع کی گئی ہیں، فرعون کے بارے میں معلومات کا مآخذ وہ تحریریں بتائی جاتی ہیں جو فراعنہ کی لاشوں اور عمارتوں پر درج تھیں یہ عبارتیں ایک زمانے تک نہیں پڑھی جاسکی تھیں کہا جاتا ہے کہ اب انھیں پڑھ لیا گیا ہے اور اس زبان کا نام ہیروغلیفی (Heroghlafic) ہے ان معلومات کے مطابق یہ صاحب ۱۲۷۹ قبل مسیح میں پیدا ہوئے اور ۱۲۱۳ قبل مسیح تک جہان رنگ وبو کو دیکھا۔ بیس برس کی عمر میں اقتدار سنبھالا اور چھیاسی سالہ زندگی میں ۶۷ برس اقتدار کے مزے لیے۔ اسے توسیع سلطنت کا شوق تھا جس کے نتیجے میں اس کے عہد میں مصر کی سلطنت وسیع ہوئی اور بعض قریبی منطقوں سے عمر بھر اس کی آویزش جاری رہی، آج جس علاقے کو ملک شام کہا جاتا ہے یہ بھی ان منطقوں میں شامل ہے جسے فرعون کے توسیع پسندانہ عزائم کا سامنا رہا۔ یہ ایک پر جوش اور شوقین مزاج حکمران تھا جس نے اپنے دور میں بہت سی عمارات تعمیر کروائیں اس کی تعمیرات میں ابوسمبل کے معبد کے آثار آج تک موجود ہیں اس کی قانونی بیویوں کی تعداد دوسو تھی جن سے اس کے چھیانوے بیٹے اور ساٹھ بیٹیاں پیدا ہوئیں، وہ اپنی اولاد کے بارے میں مکمل معلومات سے محروم رہا اس کی اہم بیوی کو ''چیف وائف'' کہا جاتا ہے جس کا نام نفرتاری (Nafertari) تھا ابھی پچھلے سال ۲۷ جون ۲۰۰۷ء کو مصر کے ایک ماہر آثار قدیمہ ڈاکٹر حواس اوران کے ساتھیوں نے تین ہزار سال پرانی ایک اور ممی کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کی ہے، جس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ مصر کی ایک قدیم حکمران خاتون کی ممی ہے جس کا نام (Hatshepsut) ہے یہ مصر کی سب سے طاقت ور حکمران خاتون تھی، اسکے ڈی این اے ٹسٹ کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق اس کا خاندانی تعلق فرعون کی 'چیف وائف' نفرتاری سے تھا۔

میرے لیے سب سے اہم سوال یہ تھا کہ آیا یہ وہی فرعون ہے جو حضرت موسیٰ ؑ کے زمانے میں تھا؟ یا کوئی اور؟ عام اور

مشہور روایت یہی بتاتی ہے کہ یہ وہی حضرت ہیں جنھیں دعوائے خدائی کا عارضہ لاحق تھا شیشے کے جس مخبس میں یہ اب بند ہے اس پر یہ تو لکھا ہے کہ اسے دانتوں اور جوڑوں کے درد کی تکلیف تھی یہ نہیں بتایا گیا کہ اسے خرابیِ دماغ کا مرض بھی لاحق تھا، بہ ہر حال میں نے اس کے زمانے سے متعلق معلومات حاصل ہونے پر حضرت موسیٰؑ کے زمانے کی بابت جاننا چاہا Encyclopedia of World Biography کے مطابق حضرت موسیٰؑ ۱۳۹۲ ق۔م میں پیدا ہوئے اور ۱۲۷۲ ق۔م میں انتقال فرمایا، زمانہ قبل مسیح کے سنین حتمی طور پر کون بتا سکتا ہے قیاس اور اندازے کی ہمراہی ہی میں یہ سفر کیا جاتا ہے، تاہم ان سنین سے یہ بات پایہء ثبوت کو پہنچتی دکھائی دیتی ہے کہ رعمسیس ثانی حضرت موسیٰؑ کا معاصر تھا۔ میں تمام ممیوں کو دیکھ چکا تو ایک بار پھر رعمسیس ثانی کی طرف بڑھا، اچانک ایک شناسائی کا احساس ہوا، پاکستانی شلوار قمیص میں ملبوس ایک فربہ وجود، ساتھ کے شوکیس پر جھکا ہوا تھا، میں چونکا ارے یہ تو ندیم شفیق ملک ہیں، وہ گزشتہ روز ہی قاہرہ پہنچے تھے، سلام کے بعد کلام اسی سوال سے شروع ہوا کہ حضرت موسیؑ کے زمانے کا فرعون کونسا ہے؟ میں نے رعمسیس ثانی کی ممی کی طرف اشارہ کیا اور ہم دونوں اس کے قریب آ گئے ان کے ذہن میں کروٹ لیتے سوالات کا جواب دیتے ہوئے میں نے وضاحت کی کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت موسی کی پرورش رعمسیس اول نے کی تھی اور حضرت موسی کا مقابلہ رعمسیس ثانی نے کیا تھا لیکن مجھے یوں لگتا ہے کہ حضرت موسی کی پرورش اور آپ کا مقابلہ دونوں باتیں رعمسیس ثانی ہی کے دور میں ہوئیں۔ اس لیے کہ قران پاک کے مطابق جب حضرت موسی نے دعوائے نبوت کیا تو فرعون نے ان سے کہا تھا کہ تم وہی تو ہو جو کل تک ہمارے سامنے ایک بچے تھے اور ہم نے تمھاری پرورش کی تھی: "قال الم نربک فینا ولیدا و لبث فینا من عمرک سنین"۔

فرعون نے کہا کہ کیا ہم نے تجھے تیرے بچپن کے زمانہ میں نہیں پالا تھا اور تو نے اپنی عمر کے بہت سے سال ہم میں نہیں گزارے۔ ۲۶ الشعرا ۱۸ رعمسیس ثانی کی ممی کے تابوت یا شوکیس پر اس کا زمانہ حکومت ۶۷ سال بتایا گیا ہے اس سے بھی اس خیال کو تقویت ملتی ہے ۶۷ سالوں میں تو حضرت موسی کی پرورش سے اعلان نبوت تک کے تمام مراحل آ سکتے ہیں۔ اس لیے کہ عام طور سے نبوت ملنے کی عمر چالیس سال رہی ہے۔ فرعون کے بازو ایک دوسرے کے اوپر کراس بناتے ہوئے نمایاں ہیں اور ان پر کچھ مرہم پٹی بھی کی گئی ہے اس کے ہاتھوں اور پیروں کے ناخن اور سر کے بال بھی بعینہ ہیں، (سر کے بالوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان کی ممی فیکیشن کی گئی ہے) البتہ داڑھی غائب ہو چکی ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا یہی وہ بازو ہیں جو بچپن میں حضرت موسیٰؑ کو کھلایا کرتے تھے اور کیا یہی وہ حضرت ہیں، روایت کے مطابق، جن کی داڑھی کے موتیوں کو کم سن بچے نے توڑ کر اسے اس کے برخود غلط ہونے کا احساس دلایا تھا اور جس کے نتیجے میں یہ غضب ناک ہو گیا تھا۔ میں چشم تصور سے فرعونی دربار کے وہ مناظر دیکھ رہا تھا جب جادو گروں نے اپنی رسیاں پھینک دی تھیں اور حضرت موسی سے اپنی صداقت کی دلیل لانے کیلئے کہا گیا تھا۔ حضرت موسی کا عصا ان رسیوں کو نگل رہا تھا اور جادوگروں کی آنکھیں یوں کھل رہی تھیں کہ اب انھیں اپنے فن سے بڑھ کر حضرت

موسیٰ کی صداقت پر یقین آرہا تھا اور جب عصائے موسوی نے ان کے جھوٹے سانپوں کو کھا لیا تو اس وقت تک جادو گروں کے دل کی حالت بدل چکی تھی، اور وہ پکار اٹھے تھے کہ موسیٰ کا خدا سچا ہے اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اس احقاق حق پر فرعون کا ردعمل وہی تھا جو اس نوع کے حکمرانوں کا ہوا کرتا ہے اسے اس میں ایک گہری سازش کار فرما دکھائی دینے لگی اور اس نے غضبناک ہو کر کہا کہ تمھیں میری اجازت کے بغیر یہ اعلان کرنے کی جرات کیسے ہوئی میں تمھارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا دوں گا تا کہ تم عمر بھر نشانِ عبرت بنے رہو لیکن وہ صاحب فن تھے وہ اپنے فن کی ناپائداری اور موسیٰ کے معجزے کی استواری سے آگاہ ہو چکے تھے اب ان پر حقیقت اور سراب کا فرق واضح ہو چکا تھا اور نشانِ عبرت بننا فرعون کے مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔ میں اسی نشان عبرت کے سرہانے کھڑا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کر کے کہا: دعوائے خدائی کی جہالت میں اب تم اکیلے نہیں ہو آؤ تمھیں دکھاؤں بزعم خویش رب اعلیٰ ہونے کے کتنے مدعی موجود ہیں اور تم سے بڑھ کر سفاکی اور درندگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، تم تو بنی اسرائیلیوں کے دشمن تھے، یہ بنی نوع انسان ہی کے دشمن ہیں لیکن تمھارے انجام سے بے خبر، انھیں نہیں معلوم کہ آخری وقت تو تمھاری بھی آنکھیں کھل گئی تھیں لیکن اس وقت چڑیاں اپنا کھیت چگ چکی تھیں اور تمھارے مقدر میں پچھتاوے اور ملامت کے سوا کچھ نہ تھا۔

وجوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتبعهم فرعون وجنوده بغیاً وعدواً حتی اذا ادرکه الغرق قال آمنت انه لا اله الا الذی آمنت به بنوا اسرائیل وانا من المسلمین۔

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ظلم اور زیادتی کے ارادے سے چلا یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ ۱۰ یونس ۹۰ لیکن اب عذر معذرت کا وقت ختم ہو چکا تھا اب جو نجات ممکن تھی وہ فقط اتنی تھی کہ تمھارے بدن کو سمندر کی موجوں نے اگل دیا اور تمھیں آنے والوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا گیا اب اگر میں تمھارے سرہانے کھڑا تمھیں فرعونِ موسیٰ کی حیثیت سے خطاب کر رہا ہوں تو اس کا سبب بھی میرے سچے خدا کا یہ فرمان ہے کہ: فَالیوم ننجیک ببَدَنِک لتکونَ لِمَن خَلفک آیۃ وإنَ کثیراً مِنَ النّاس عَن آیاتِنا لَغفِلونَ۔

سو آج ہم صرف تیری لاش کو نجات دیں گے تا کہ تو ان کے لیے نشان ہو جو تیرے بعد ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ۔ ۱۰ یونس ۹۲۔ میں نے فرعون سے کہا سنو: میں اللہ کی نشانیوں سے غافل ہونے والوں میں شامل نہیں ہونا چاہتا بلکہ تمھیں بتانا چاہتا ہوں کہ تم جھوٹے تھے جو آج معمولی ملازموں کے رحم و کرم پر بے حس و حرکت پڑے ہو میرا حی و قیوم خدا سچا ہے پھر میں نے اسی کمرے میں عصر کی نماز ادا کر کے اپنے رب کی توحید، بزرگی، جلالت اور عظمت کا اقرار کیا۔

رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدِ بیضا

مولانا مفتی آصف محمود
مدرس جامعہ عثمانیہ گلشن عمر پشاور

خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ کار

انسانیت آج بہت سے مسائل کا شکار ہے اور اسی دلدل سے نکلنے کے لیے بیتاب و بے چین ہے۔ انسانی عقل نے جب بھی اجتماعی نظام وضع کیا انسانیت کو مایوس ہونا پڑا ان نظاموں کی ناکامیوں کی وجہ یہ نہیں کہ خوامخواہ ان کے بانیوں کی نیتیں وارادے خالص نہ تھے۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ تمام نظام وحی والہام کی تعلیمات سے بالکل عاری ہوتے ہیں جو ظاہر ہے قانون فطرت اور انسانی مزاج ونفسیات سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے بالآخر ناکامی کا منہ دیکھ لیتے ہیں۔

اسلام نے نظام اجتماعی کے لیے جو خاکہ پیش کیا ہے اس کی بنیاد وحی پر قائم ہے جسے نظام خلافت کہتے ہیں جو کہ اہل زمین کے لیے سراسر رحمت ہے اس نظام میں اہل اقتدار اور حاکم اپنی مرضی وصوابدید کے بجائے ہر امر و معاملے میں امر خداوندی کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے' خلافت کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کی بندگی کو قائم کیا جائے نیکی کے لئے وراستی کا ظہور ہو اور برائیوں کے مٹانے کا اہتمام کیا جائے۔

علامہ ابن خلدون کے مطابق خلافت عوام کو شرعی نقطہ نظر کے تقاضوں کے بموجب دینوی اور اخروی بہبود کی طرف رہنمائی کرنے کا نام ہے کیونکہ دنیاوی کام بھی آخرت کی طرف لوٹتے ہیں دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ شرع کی نگاہ میں آخرت کی مصلحتوں کے لیے کیا جاتا ہے اس لیے خلافت حقیقت میں شارع علیہ السلام کی نیابت وجانشینی ہے تاکہ خلیفہ دین کی حفاظت کرے اور دنیوی حکومت شرع کے مطابق قائم کرے یہی وجہ ہے نظام خلافت روحانیت واخلاقیات کے ساتھ ساتھ انسانی مساوات، مستحکم متوزان نظام معیشت، انصاف پر مبنی عدالتی نظام اور خوشحال و پرامن معاشرے کی تشکیل، مثبت وحوصلہ افزاء رائے عامہ پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے خلیفہ کی تقرری حالت امن ہو یا حالت جنگ شرعی طور پر واجب ہے اگر کہیں دنیا میں امامت وخلافت کا نظام رائج ہو تو تمام مسلمان بری الذمہ ہیں ورنہ قائم نہ ہونیکی صورت میں خصوصی طور پر امامت کے اہل لوگ اور سلطنت کی بھاگ ڈور سنبھالنے والے اہل حل وعقد گناہگار ہونگے جبکہ عمومی طور پر ہر مسلمان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے موافق اس نظام ربوبیت کے انعقاد کے لیے سعی وکوشش کرے۔

اس نظام کا سربراہ امیر یا امام کا تقرر کسی ایک قانونی اصول اور سیاسی حکم کا پابند نہیں ہے اس کا تقرر ایک عام انتخابی مہم ہے جس کے لیے چند قانونی اصول اور ایک سے زیادہ صورتیں اور شرطیں متعین ہیں جن میں سے ہر اصول ہر

شرط، ہر صورت اور ہر قانون وضابطہ قرآن وسنت واجماع کا تابع ہے۔جس میں دین کے تحفظ رائے عامہ اور مرضی عامہ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

شخصیت خاندانی وراثت اور شہنشائیت کا کوئی عمل ودخل نہیں یہ اصول اور صورتیں خدا کے ارادہ اعلیٰ کے ماتحت اور ریاست عامہ کے نشونما، منظم ارتقاء ماحول کے تقاضوں اور معروضی حالات کی بناپر اپنا چہرہ دکھاتی ہیں معاشرے کے مقصد کو بھی پورا کرتی ہے۔اور امن واطمینان کے ساتھ اقتدار کی منتقلی عمل میں آتی ہے۔چنانچہ فقہاء اسلام نے خلیفہ وسربراہ کی تقرری کے لیے درجہ ذیل طریقے ذکر کیے ہیں۔

(۱)　الاختیار اہل الحل والعقد (یعنی اہل وعقد کا انتخاب)

(۲)　الاستخلاف (یعنی سابقہ خلیفہ کی نامزدگی)　(۳)　الشوریٰ

پہلے طریقہ کار کے مطابق قوم کے ارباب وحل عقد یعنی ذمہ دار لوگ خلیفہ کے انتخاب کے وقت کسی جگہ جمع ہوجاتے ہیں۔آپس میں آزادانہ طور پر بحث وتکرار وباہمی مشورہ کے بعد خلیفہ کو نامزد کرتے ہیں پھر یہی جماعت اہل حل وعقد ان کے ہاتھ پر بیعت کرلیتی ہے۔اور امت کے لیے ان کے اطاعت واجب ہوجاتی ہے اور وہ بھی عمومی بیعت میں شریک ہوجاتے ہیں اسطرح ان کی خلافت منعقد ہوجاتی ہے۔

اس طریقہ کے مطابق سب سے زیادہ ذمہ داری ارباب حل وعقد پر پڑتی ہے کیونکہ امام کی انتخاب میں امت کا ہر فرد یکساں کردار ادا کرسکتا ہے اس لیے کہ یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے امت میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں قوی، ضعیف، عالم، جاہل، عاقل، نادان، خواہشات پر چلنے والے وغیرہ۔

لہٰذا اس اہم ذمہ داری کو قوم اور ملت کے ذمہ دار وباعتماد افراد اہل رائے دانشور، علماء، فوجی سرداروں وغیرہ کے گردنوں پر ڈالی جاتی ہے کیونکہ ان لوگوں کا انتخاب یقیناً شہوات نفسانیہ، قلبی تعصبات، طمع ولالچ اور فاسد اعراض سے پاک ہوگا اور امت کے لیے بہترین قیادت فراہم کرے گا۔

اور یہی طریقہ ہی اسلام کے مزاج ومذاق کے عین مطابق ہے۔اس میں شورائی طرز اور مرضی عامہ کا لحاظ رکھا جاتا ہے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کا انتخاب اس طرز سے ہوا تھا چنانچہ امام النووی نے اس طریقہ پر اجماع نقل کیا ہے۔

<u>الاستخلاف:</u> خلیفہ کے انتخاب کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خلیفہ اپنی زندگی میں کسی ایسے شخص کو اپنے موت کے بعد خلیفہ بننے کی وصیت کرے جس میں خلافت کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں یا شخص تو متعین نہ ہو لیکن وہ مخصوص صفات کا تعین کر کے یہ وصیت کرے کہ میرے بعد ان صفات والا شخص خلیفہ ہوگا اور امت پر لازم ہوگا کہ اس شخص کو خلیفہ بنائے

بعض علماء نے اگرچہ خلیفہ کی نامزدگی کو اس کی خلافت کے انعقاد کے لیے کافی سمجھتے ہیں لیکن درست اور صحیح بات یہ ہے کہ محض خلیفہ کی نامزدگی سے خلافت منعقد نہ ہوگی بلکہ اہل حل وعقد کی رضامندی وبیعت ضروری ہے کیونکہ یہ

ہو اس کے علاوہ خلیفہ دیانتدار اور اعلیٰ اخلاق والا ہو۔ صاحب الرائے ہو اور منصب خلافت میں حریص نہ ہو قریشی ہو اس میں شک نہیں کہ اسلام رنگ ونسل ووطن اور قومیت کی بنیاد پر کسی امتیاز و برتری کا روادار نہیں ہے۔ لیکن خلافت پوری امت کا اجتماعی مسئلہ ہے اس لیے اس سلسلے میں اسلام نے وہ تمام اصول وقوانین ضروری قرار دیئے ہیں جو امت مسلمہ کی یکجہتی اور اتحاد واتفاق میں مدومعاون ہوسکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خلافت کے استحقاق کے سلسلے میں خاندان قریش کو ضروری قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہی قبیلہ پوری اسلامی دنیا کو متفق ومتحد کرسکتا ہے ایک تو اس لیے کہ شروع ہی سے یہی قبیلہ ایک قائدانہ صلاحیت سے مالا مال ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا تعلق اسی قبیلہ سے ہے۔ لہذا ہر مسلمان روحانی اعتبار سے بھی اس قبیلے سے خوب وابستہ ہے یہی وجہ ہے کہ شارع نے خلافت کا استحقاق اس قبیلے کے ساتھ خاص کردیا۔ اور اس سلسلے میں روایات کا ایک ذخیرہ ملتا ہے جیسا کہ بخاری میں ہے۔ "ان هذا الامر في قريش لايعاديهم احد الاكتبه الله في النار على وجهه ما اقاموا الدين"

یہ امر یعنی خلافت اور سرداری قریش ہی میں رہے گی جب تک وہ دین اور شریعت کو قائم رکھے اور جو کوئی دشمنی کرے گا۔ تو اللہ اسے اوندھے منہ دوزخ میں گرائے گا۔

بعض علماء کے نزدیک اگرچہ غیر قریشی کی خلافت بھی منعقد ہوسکتی ہے تاہم جمہور علماء نے اس کو شرط قرار دیا ہے لہذا بوقت انعقاد اس کا لحاظ ضرور رکھنا چاہیے۔

واضح رہے شرعی طور پر خلیفہ کی تعیین وانعقاد میں اہل حل وعقد کی پہچان اور معیار ان کی دینی کارناموں اور ان کی دینی حیثیتوں سے آسانی سے ہوجاتی تھی۔ جس طرح حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد عام لوگوں نے حضرت علیؓ کے ہاتھ بیعت کرنے کا کہا تو حضرت علیؓ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اہل بدر کا کام ہے وہ جس سے راضی ہوں گے اس کو امیر المؤمنین بنایا جائے گا۔ چنانچہ تمام اہل بدر نے جمع ہوکر باہمی مشاورت کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

علامہ ماوردیؒ کے مطابق اہل حل وعقد کی تعیین وتقرری خلیفہ کی ذمہ داری ہے۔ اور ان کا حق ہے لیکن موجودہ زمانے میں اہل ہوس کی کثرت ہے اتنے اہم مسئلہ کو امیر کے مرضی پر چھوڑ دینا کہ وہ جسے چاہے نامزد کرائے کسی طرح مناسب نہ ہوگا۔ اس لیے یہ بات ضروری ہوگی کہ خلیفہ کے لیے دینی علمی اور ظاہری حالات کو ملحوظ رکھ کر ایک معیار متعین کردیا جائے پھر موجودہ پارلیمنٹ کی طرح رائے عامہ سے ارباب حل وعقد کی ایک مجلس (پارلیمنٹ) منتخب ہو یہ ارباب حل وعقد بھی ان اوصاف کے حامل ہوں جسے فقہاء نے اہل الاختیار کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ جیسے اسلام عقل، مرد ہونا، آزاد ہونا، عدالت، علم، دانائی وحکمت وغیرہ وہ خود امیدوار نہ ہوں بلکہ الیکشن کمیشن وغیرہ یا اسطرح کوئی غیر جانبدار ادارہ ہو جو مسلمانوں کے باثر افراد میں سے ایسے لوگوں کا نام پیش کرکے الیکشن کرائے اور یہی منتخب ارکان کثرت رائے سے امیر کا انتخاب کریں۔

ارباب حل وعقد کے لیے ضروری ہے کہ وہ خلیفہ کی تقرری میں سستی کا مظاہرہ نہ کریں اور وہ اس بات کی

بات اسلامی تاریخ سے بالکل عیاں ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا تو بڑے بڑے جلیل القدر انصار و مہاجر صحابہؓ سے مشورہ کیا تھا اور انہوں نے آپؓ کی موافقت کی تھی اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کو نامزد کیا اور ان کے ہاتھ پر عام و خاص سے بیعت لی۔

فقہی اعتبار سے اگرچہ باپ بیٹے کی ولیعہدی بعض فقہاء کے رو سے جائز ہے لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اصول و فروع کے لیے ولی عہد کا اہتمام نہ کیا جائے کیونکہ اس میں شبہ رہتا ہے خلفائے راشدین میں سے کسی نے بھی اپنے بیٹے کو ولی عہد نہیں بنایا تھا اگرچہ وہ اس وقت بڑے صحابہؓ میں سے تھے جب انہون نے اپنی اولاد کے لیے ایسا نہیں کیا تو پھر ان کی اقتداء میں ہی دانشمندی ہے خلفائے راشدین کے بعد تاریخ اسلامی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ولی عہدی گویا موروثی حق سمجھا گیا۔ حتیٰ کہ نابالغ و کم سن بچوں کو بھی اس بار امامت کی وصیت کر کے اس شرعی و جائز طریقے کا برملا مذاق اڑایا گیا اور اپنے محبوب ولاڈلے بیٹے کو ولی عہد نامزد کرنے کے لیے خاندانی قرابت کا شیرازہ بکھیرنے سے بھی احتراز نہیں کیا گیا جس سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ لہذا فتنے وفساد کے دروازے کو مزید آزمائشوں سے بچنے کیلئے سد ذرائع کے تحت بند کرنا چاہیے۔

الشوریٰ: یہ بھی استخلاف کی ایک صورت ہے البتہ اس طریقہ کار میں خلیفہ اپنے بعد کسی ایک شخص کو خلافت کے منصب کے لیے متعین کرنے کی بجائے خلافت کے منصب کے اہل افراد کی ایک جماعت بناتی ہے اور وہ بھی باہمی مشاورت اور رائے عامہ سے کسی ایک پر متفق ہو کر خلیفہ کا انتخاب کرتی ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت اس طریقہ کے مطابق ہوئی تھی یہ طریقہ اگرچہ استخلاف سے ملتا جلتا ہے۔ مگر شاہ ولی اللہؒ نے اس کو خصوصیت کے ساتھ ''ازالۃ الخفاء'' میں مستقل طریقہ شمار کیا ہے۔

اسطریقے کی خوبی یہ ہے کہ امت کو ایک سے زیادہ اہل افراد پیش کے جاتے ہیں اور وہ آپس کے مشورے سے اور عوام کی رائے معلوم کرنے کے بعد خلیفہ کا انتخاب کرتے ہیں۔

استیلا وغلبہ: استیلا وغلبہ کے ذریعے سے مسند خلافت پر بیٹھنے والے شخص کی خلافت وامامت اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے خصوصاً جب خلیفہ سابق مر چکا ہو اور غلبہ حاصل کرنے والا شخص خلافت کے شرائط واوصاف کا حامل بھی ہو تاہم کسی خلیفہ کی موجودگی میں جنگ و جبر سے عسکری وفوجی انقلاب سے خلیفہ کو ہٹا کر خود مسند خلافت پر بیٹھنا فقہی نقطہ نظر سے جائز نہیں تاہم غلبہ کے بعد ان کی خلافت منعقد ہو جاتی ہے اور جائز امور میں مسلمانوں پر انکا اتباع بھی لازم ہے۔ البتہ گر غالب ہونے والا شخص سرے سے مسلمان نہ ہو بلکہ کھلا کافر ہو۔ تو اسکی نہ اطاعت واجب ہے بلکہ اس کے ہٹانے کی تحریک چلانا ضروری ہے۔ لہذا لوگ ایسے متغلب کافر حاکم کے ہٹانے پر قادر ہوں تو ان پر جہاد واجب ہے۔

خلیفہ کے اوصاف: فقہاء نے خلیفہ کے لیے اوصاف کا تعین بھی کیا ہے چنانچہ خلیفہ مسلمان ہو مکلف ہو مرد ہو آزاد ہو صحیح اعضاء وحواس کا مالک ہو۔ اور تصرفات پر آزادانہ طور سے قادر ہو شرعی احکام کے جاننے میں خوب ماہر

کوشش کرینگے کہ وہ ایسے شخص کو نامزد کریں جو خلافت کے تمام شرائط پر پورا اترتا ہو اور امت کے حق میں بہتر اور سودمند ہو عصر حاضر کے مسائل بہتر طریقے سے حل کرنا جانتا ہو' دینی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھا سکتا ہو اور لوگ اس کی اطاعت میں رغبت رکھتے ہوں چنانچہ اہل حل وعقد اس منصب کو نامزد ہونے والے شخص پر پیش کریں گے۔ اگر اس نے قبول کیا تو ان کے ہاتھ پر اہل حل وعقد بیعت کریں گے۔ جس کے بعد تمام لوگوں پر اس نامزد خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ضروری ہے۔ اور ان پر اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔ اگر اس منصب سے وہ انکار کرے تو پھر اسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ دوسرے شخص کو منتخب کریں گے۔

واضح رہے کہ اگر خلافت کے اہل افراد ایک سے زیادہ ہوں اور وہ تمام یکساں صفات کے مالک ہوں تو اس صورت میں اس شخص کو ترجیح دی جائے گی جس کی عمر زیادہ ہو اگرچہ اہل حل وعقد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کم عمر والے آدمی کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اسی طرح اگر خلافت کے اہل افراد صفات کے لحاظ سے مختلف ہوں تو اس صورت میں معروضی وسیاسی حالات کا جائزہ لیا جائے گا جس شخص کی تعین اہل حل وعقد مناسب سمجھیں اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی۔ مثلاً ایک علم میں پختہ ہو اور دوسرا شجاعت و بہادری میں ممتاز ہو تو اس صورت میں اگر ملک میں جہالت وبدعات کا چرچا ہو تو علم میں پختہ کار شخص کو ترجیح دی جائے گی۔ اور اگر ملکی حالت تشویش ناک ہوں بغاوت کا خطرہ ہو یا سرحدات غیر محفوظ ہوں تو اس صورت میں شجاع اور بہادر شخص کو خلیفہ بنایا جائے گا۔

اگر خلافت کے کئی اہل افراد نے خلیفہ کے تعین وتقرری میں جھگڑا کیا یعنی ہر ایک اپنے کو خلافت کا مستحق سمجھتا ہو تو اس صورت میں بعض فقہائے کرام کی رائے یہ ہے ان سب کو امامت سے محروم کیا جائے گا۔ اور ان کے علاوہ کسی اور کا انتخاب کیا جائے گا۔ مگر جمہور علماء اس بات کو خلافت کیلئے مانع نہیں سمجھتے اور نہ خلافت کی خواہش کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ البتہ بعض فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب دو شخص برابر حقوق کے موجود ہوں تو ان میں سے ایک کو دوسرے پر کس طرح ترجیح دی جائے گی اور کیونکر اس کا فیصلہ کیا جائے گا ایک گروہ کا خیال ہے کہ ان دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی۔ دوسرے گروہ علماء کا خیال ہے کہ اہل حل وعقد کو اختیار ہے کہ وہ بغیر قرعہ اندازی کی جس کے ہاتھ پر چاہیں بیعت کرلیں۔

اس میں شک نہیں کہ اسلامی تعلیمات اہم قومی، عملی ودینی ذمہ داریوں کے بارے میں رائے عامہ کی رعایت کرتی ہیں تاہم مروجہ مغربی طرز پر ہونے والے انتخابات میں سیکولر لسانی اور قومی بنیادوں پر بننے والی ہر قسم کی پارٹیاں حصہ لیتی ہیں۔ جو کہ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے میل نہیں کھاتیں۔ تاہم دینی طبقہ اگر مکمل طور پر اس سے کنارہ کش ہو جائے تو فائدے کی بجائے نقصان زیادہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ دینی پارٹیوں کی وجہ سے کسی نہ کسی انداز میں غیر اسلامی قوتوں کو دبنا پڑتا ہے اور اہل اقتدار کو خلاف شرع امور کی نشان دہی کرتے ہوئے منکرات سے بچنا آسان ہوتا ہے تاہم مروجہ انتخابات کو اصل نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے بددیانتی ووٹروں کی اندارج

میں خرد برد، حریف کی تذلیل، جھوٹے اور ناممکن وعدے، سیاسی رشوت، گھناونے جرائم، عداوت اور منافرت کی فضا، سیاسی دھڑے بازی، وحدت ملی کا فقدان جیسے مروجہ انتخابی برائیوں سے دور رہنے کی شدید ضرورت ہے۔اور اصل اسلامی سیاست، اہل حل وعقد کی اہمیت وطریقہ کار کی طرف پیش قدمی کرنی چاہیے۔

اس میں شک نہیں مسلم دنیا میں احیاء وتجدید کی امنگ روز بروز ترقی کرتی جارہی ہے لیکن آج دنیا کے کسی حصہ میں خلافت قائم نہیں۔ بلکہ مسلم دنیا بغیر کسی نظام مرکزیت کے اپنے اپنے ممالک میں وطن اور قومی تنظیم میں مصروف ہے آپس میں کوئی ہم آہنگی ویکجہتی نہیں بلکہ غیر اسلامی طاقتیں مسلمانوں پر مسلط ہیں۔ جمہوریت، کمیونزم اور فسطائیت سے اسلام کا مقابلہ اس وقت ہوا جبکہ دنیا کے کسی حصے میں اسلام کا نظام عمل پیرا نہ تھا ان نظاموں کے مسلسل ناکامیوں کے بعد دنیا کے حساس مفکرین کی نظریں ایک مرتبہ پھر مجبور ہوگئی ہیں۔آج انسان اپنی ذہن کی تمام تدابیر کو بیکار ولا حاصل سمجھ کر ایسے دین کی تلاش میں ہے۔ جو اسے نہ صرف اس زندگی کے بعد آنے والے دور کی امید اور انفرادی نجات کے عقیدہ میں محدود رکھے۔ بلکہ جو اس دنیا کے تمام پیچیدہ مسائل کا حل پیش کرے جو انسانوں کی باہمی رقابت اور دشمنی کو آپس کی محبت ورواداری سے بدلکر انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دے۔اور اس کے مقام وحیثیت کے مطابق اس کو اس زمین پر پرامن زندگی بسر کرنے کا طریقہ بتائے موجودہ علوم وانکشافات فطرت نے انسانی مسائل میں جو پیچیدگیاں پیدا کردی ہیں ان کو دور کرکے ان جدید معلومات سے انسان کو مناسب طور سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دے جو زمین سے بے روزگاری، سرمایہ داری ملوکیت، اور تجارتی جنگوں کا خاتمہ کردے۔اب فریاد وماتم کا وقت نہیں رہا۔نہ منزل کی تعین میں مزید غور وفکر کی مہلت بہت جلد زمانہ ایک نظام نو (New order) کی بنیاد ڈالنا چاہتا ہے پس شان حق کی رہنمائی کے لیے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر نظام خلافت کی طرف پیش قدمی کرنی چاہیے مگر یہ سب کچھ جذباتی انداز میں نہ ہو بلکہ حالات حاضرہ اور زمینی حقائق کا جائزہ لیکر مستقل منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔انقلابی تحریک کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے نقشہ کے اندر کام کرے جس کے خطوط واضح ہوں۔جس کے مختلف مراحل متعین ہوں اور جس کے مقاصد واہداف اور ان کے حصول کے ذرائع ومسائل معلوم ہوں رکاوٹوں کا دوسرے داخلی وخارجی عناصر کا نقشہ پہلے سے معلوم ہو۔موجودہ دور میں ۵۵ سے زائد اسلامی ممالک میں جہاں مسلمان ہی حکمران ہیں۔ان میں بعض تو مکار دشمنوں کے آلہ کار ہیں اور بعض ان سے سخت مرعوب اور ان کی اندھی تقلید کے شکار ہیں لیکن پہلے ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اسلامی دنیا میں خلافت راشدہ کے طرز پر وحدت واتفاق کس طرح ممکن ہے اور کس طرح اقتدار صحیح معنوں میں اسلام کے سچے علمبرداروں اور پیروں کاروں کے ہاتھ میں ہو چنانچہ انقلاب کے لیے ایک سے زائد راہیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً حکمرانوں کو کس طرح قائل کرکے اسلامی قوانین واحکام نافذ کرنے سے بھی آہستہ آہستہ یہ مقصد پورا ہوسکتا ہے فوجی وعسکری طریقے سے بھی انقلاب آسکتا ہے۔یعنی قوت وطاقت کے بل بوتے پر اقتدار پر قبضہ کرکے ہر کام خدا کے احکام وشریعت کے مطابق چلنے لگے۔لیکن فوجی انقلاب وہاں آسکتا ہے جہاں کے حکمرانوں سے کھلم کھلا کفر صادر ہوا ہوتا ہم

اگر ان کے افعال واقوال بظاہر کفر تک نہ پہنچے ہوں تو اسلام ایسے حکمرانوں پر خروج کی اجازت نہیں دیتا اسی طرح عصر حاضر میں فوجی انقلاب رائج الوقت قوانین کے تصادم کا ذریعہ ہی بنتا ہے جو جلد یا بدیر تحریک کو ایسے خطرات سے دوچار کر دیتی ہے جس کے نتائج منشا اور توقع کے مطابق نہیں نکلتے دوسری بات یہ ہے کہ فوجی انقلاب کی تیاری خفیہ سرگرمیوں میں ہوتی ہے ان خفیہ سرگرمیوں میں بعض اوقات غیر معروف اور ناقابل اعتماد عناصر شامل ہو جاتے ہیں۔ جو تحریک کو آغاز سے پہلے سخت آزمائشوں سے دوچار کر دیتے ہیں۔

عوامی عسکری وفوجی قوت باقاعدہ سرکاری جدید اسلحہ سے لیس افواج کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی نہیں ہوسکتی ہیں خواہ اس عسکری قوت کو کتنی تربیت دی گئی ہو زمانہ قریب میں اس کی بے شمار مثالیں اور ان گنت تجربات ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔

صحیح اسلامی زندگی کا احیاء نہ حکومت کی ارڈی ننسوں کے ذریعے پایہ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے اور نہ یہ منزل فوجی انقلاب، زبانی وعظ وارشاد اور جزوی اجتماعی کاموں کے ذریعے حاصل ہوسکتی ہے۔ بلکہ ضروری ہے کہ ایک عالمگیر بیداری کی تحریک شروع ہو۔

ایک ایسی تحریک جو اسلامی نظام کے قیام کی تمہید ہو اس مطلوبہ اسلامی نظام کے لیے اجتماعی جدوجہد کی اشد ضرورت ہے۔ سب سے پہلے ایمان کی تجدید کی تحریک ہو۔ عالم اسلام اگر دنیائے انسانیت میں نئی روح اور نئی زندگی پیدا کرنا چاہتا ہے اور دنیا کی موجودہ مادہ پرستی اور شک واضطراب پر فتح حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو اپنے اندر نئی ایمانی روح، تازہ اور غیر متزلزل یقین اور نیا جوش وخروش پیدا کرنا ہوگا۔

اسی طرح سیاسی وفکری شعور کو پیدا کرنا ضروری ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ تعلیم کے عزم اور علوم کی اشاعت سے شعور کی بیداری میں بڑی مدد ملتی ہے لیکن شعور پیدا کرنے کے لیے بہر حال مستقل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اسلامی دنیا کی معروضی حالت کے پیش نظر ابتداء ہر اسلامی ملک کی سطح پر اسلامی نظام کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔

خاص کر تعلیم، قانون، معیشت، نشر واشاعت اور معاشرت کو اسلامی سانچے میں تبدیلی سے پیش رفت ثابت ہوگی۔ جب عام یا اکثر اسلامی ممالک کو صالح قیادت مل جائے گی۔ تو رفتہ رفتہ مسلمان ملکوں کے درمیان اسلامی مشترکہ تعاون کے منصوبے وجود میں آجائیں گے۔

ایک مشترکہ ادارہ سربراہان کی سطح پر قائم ہونا چاہیے جو ایک مؤثر اور طاقتور ''اسلامی دولت مشترکہ'' کے طور پر وجود میں آجائے جو عالمی طور پر مسلمانوں کی موثر نمائندگی کرے اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان ممالک کے اتحاد واتفاق کی فضا کو ہموار کرنے اور ایک دوسرے پر اعتماد و بھروسہ کو بحال کرنے کے لیے تمام اسلامی ممالک کے سرکردہ علماء، سکالرز، اور دانشوروں کی تنظیم کا انعقاد کیا جائے تاکہ وہ دینی وسیاسی مسائل میں اسلامی ملکوں کی رہنمائی کر کے یکجہتی کی طرف پیش قدمی ہو جائے کوئی جسم اس وقت تک تندرست وتوانا نہیں رہ سکتا جب تک اس میں

نئے اور صاف خون کی تولید کی استعداد نہ ہو۔

لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلام کو ان قوموں اور طبقوں تک پہنچائیں جو ابھی اسلام کی دولت سے بے خبر اور محروم ہیں ہمیں ان کو مسلموں کی زندگی میں اسلام کی صداقت اور رسول ﷺ کی رسالت و امامت عالم پر اس درجہ کا یقین ، ذات نبوی ﷺ کے ساتھ عشق و شیفتگی اور اسلام کی برتری کے لیے ایسی جدوجہد اور سرفروشی دیکھنے میں آئے گی ۔ جس کے سامنے ہم پشتی مسلمانوں کو شرم آئے گی ۔ البتہ غیر مسلم دنیا میں دعوت دین کی حکمت عملی ابتدائی طور پر نظام اقتدار کے بجائے نظام عقائد کو پیش کرنی چاہیے یعنی اسلام کے نظریہ فکر کو جو آج کے نظریاتی دور اور اہل مغرب کی نفسیات کے عین مطابق ہے ۔ ان ممالک میں مسلم اقلیتیں اسلامی نظام خلافت کے استحکام سے پہلے آزادی کا مطالبہ نہ کریں ورنہ وقت سے پہلے مطالبہ پوری اسلامی دنیا کی بقاء کے تسلسل اور مفادات کو خطرے سے دوچار کر سکتا ہے۔

خلافت کے انعقاد کی سب سے زیادہ ذمہ داری عالم عرب پر عائد ہوتی ہے ایک تو اس وجہ سے کہ دنیا کے نقشے میں سیاسی طور پر یہ بہت اہمیت رکھتا ہے دوسری یہ کہ وہ ان قوموں کا گہوارہ ہے جنہوں نے انسانی تاریخ میں سب سے اہم کردار ادا کیا اس کے سینے میں دولت و طاقت کے عظیم الشان خزانے محفوظ ہیں ۔ وہ عالم اسلامی کا دھڑکتا ہوا دل ہے جو ہر وقت اسکا دم بھرتا ہے اور اس کی محبت و وفاداری میں سرشار رہتا ہے۔

عرب کے قائدین اور ذمہ داروں کے لیے سب سے اہم کام یہ ہے کہ وہ عربی فوج ، کسانوں ، تاجروں ، اور جمہور کے ہر طبقہ میں ایمان کی تخم ریزی کریں ۔ ان میں جہاد کا جذبہ ، جنت کا شوق اور ظاہری آرائشوں کی تحقیر و اہانت کا احساس پیدا کریں ۔ ان کو خواہشات نفس اور زندگی کی مرغوبات پر قابو حاصل کرنے خدا کے راستے میں مصائب اور تکلفیں برداشت کرنے مسکراتے چہروں کے ساتھ شہادت کا استقبال اور اس پر پروانوں کی طرح گرنے کا سبق دیں تا کہ مسلسل جدوجہد و محنت سے دنیا اس مصیبت سے نجات پائے جس میں وہ مبتلاء ہے زمین کا نقشہ بدل جائے عالم اسلامی کی قیادت کا بیڑہ اٹھائے اور مکمل تیاری کے بعد غیروں سے آنکھیں ملا سکیں اور اپنے ایمان ، دعوت کی طاقت اور خدا کی نصرت سے اس پر غالب آکر اور دنیا کو شر سے خیر کی طرف لے آئے آج بھی قرآن کی یہ آیت عالم عرب سے کچھ تقاضا کرتی ہے۔

"ما كان لأهل المدينة و من حولهم من لأعراب ان يتخلفوا عن رسول الله ولا ير غبوا بانفسهم عن نفسه" (۱۲۰/التوبہ)

ترجمہ: "مدینہ کے باشندوں کو اور ان اعرابیوں کو جو اس کے اطراف میں بستے ہیں لائق نہ تھا کہ اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دیں اور پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ بات لائق تھی کہ اس کی جان کی پروانہ کر کے محض اپنی جانوں کی فکر میں پڑ جائیں۔"

جناب محمد وثیق ندوی

مغرب کی دہشت گردی

موجودہ عہد میں خصوصاً ۹/۱۱ کے واقعہ کے بعد تشدد اور دہشت گردی کے ہر واقعہ کو اسلام اور مسلمانوں سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ ذرائع ابلاغ خاص طور پر مغربی میڈیا بڑے زور وشور سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ پوری دنیا میں صرف مسلمان دہشت گرد ہیں، دین اسلام دہشت گردی اور انتہا پسندی کی تعلیم دیتا ہے، اسلامی ممالک دہشت گردی کی آماجگاہ ہیں اسلامی ادارے اور مراکز تشدد کے اڈے ہیں، یہ بات اگر یورپ اور مغربی ممالک کے پس منظر میں کہی جاتی تو صحیح ہوتی کیونکہ یورپ اور امریکہ کی پوری تاریخ تشدد، انتہا پسندی اور دہشت گردی سے پُر ہے جبکہ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ عدل وانصاف، امن وامان اور انسانیت کے احترام سے مزین ہے، ٹوماس آرنلڈ مستشرق کہتا ہے کہ اسلامی عہد واقتدار میں غیر مسلموں کو جو امن وسلامتی اور جان ومال کا تحفظ حاصل تھا اس کی یورپ کی پوری تاریخ میں مثال نہیں ملتی، پوپ شنودہ سوم نے اعتراف کیا ہے کہ اسلامی تاریخ عفوودرگزر، عدل وانصاف، کرم گستری، امن وآشتی اور اخوت ومساوات کی اعلیٰ ترین مثالوں سے مزین ہے۔

عالمی میڈیا ہمیشہ صرف مسلمانوں کی طرف منسوب واقعات کو پیش کرتا ہے اور مغرب کے کالے کرتوتوں پر دبیز پردے ڈال دیتا ہے، جس کی وجہ سے دنیا کی نظروں سے تصویر کا دوسرا رخ پوشیدہ رہتا ہے، تہذیب حاضر کا روشن چہرہ تو نظر آتا ہے، لیکن اندرون جو چنگیز سے تاریک تر ہے نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یورپ اور امریکا میں دہشت گردی اور تشدد کا نیٹ ورک جتنا مستحکم، فعال اور مضبوط ہے وہ کسی اور ملک میں نہیں۔ اگر عصبیت سے بالاتر ہو کر منصفانہ ذہن سے پوری دنیا میں تشدد اور دہشت گردی کا جائزہ لیا جائے تو امریکا اور اسرائیل سرفہرست نظر آئیں گے۔ ہم ذیل میں اسرائیل، امریکا اور یورپ کی دہشت گردی اور ظلم وسفاکی کی ایک جھلک پیش کریں گے۔

امریکہ نے سابق صدر ریگن کے نظریہ کے مطابق بین الاقوامی دہشت گردی کے نئے نئے ذرائع اختیار کئے، مثلاً دنیا کے مختلف ملکوں میں مجرمانہ اور دہشت گردانہ اعمال کے افراد تیار کر کے بین الاقوامی سطح پر دہشت گردی کا نیٹ ورک قائم کر دیا، جو امریکی خفیہ سراغ ایجنسی CIA کی نگرانی میں سرگرم عمل ہے، ۱۹۸۶ء میں کونٹرا کا امدادی جہاز گرایا گیا جس پر امریکی کرایہ کے فوجی سوار تھے جو کونٹرا میں امریکی فوجیوں کی مدد کے لئے جا رہے تھے اس طرح امریکہ نے ۱۹۸۸ء میں ''نیکاراگوا'' پر بمباری کر کے معصوم شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، سلفاڈور اور ہندوراس کی

دہشت گرد تنظیموں اور مافیا جماعتوں نے کونٹرا میں جنگ کے دوران اہم کردار ادا کیا۔۱۹۸۸ء کے اخیر میں ایک امریکی ایجنٹ نے اعتراف کیا تھا کہ ہم لوگوں نے سینکڑوں اسکولوں اور اسپتالوں کو تباہ کر دیا اور شہر سے دور دیہاتی علاقوں میں انسانی زندگی کے وسائل بند کر دیئے‘ امریکی فوجیوں نے نیکاراگوا سے انخلاء کے بعد وہاں قتل و غارتگری‘ خون خرابہ‘ دہشت گردی و تشدد کا سلسلہ جاری کر دیا۔۱۹۰۸ء میں سلفاڈور میں دسیوں ہزار شہریوں کا قتل عام کیا گیا‘ وہاں کے پوپ کے بیان کے مطابق نہتے شہری اجتماعی قتل اور نسل کشی کی کارروائیوں کے شکار ہوئے‘ اور ان شہریوں کا گناہ صرف اتنا تھا کہ وہ اپنے جائز بنیادی حقوق کا دفاع کر رہے تھے۔

اسی سال گوئٹیمالا میں امریکی پشت پناہی میں قتل عام ہوا‘ اس سے پہلے ساٹھ کی دہائی میں کیوبا اور لبنان امریکی جارحیت اور غنڈہ گردی کا شکار ہو چکے تھے‘ ۱۹۶۱ء میں ’’نمس‘‘ نامی مافیا تنظیم نے CIA کی نگرانی میں ہوٹلوں‘ صنعتی کارخانوں اور تعلیمی و ثقافتی اداروں کو اپنی منظم دہشت گردی کا نشانہ بنایا‘ غذائی اجناس میں زہر ملا دیا۔

۱۹۹۲ء میں امریکہ نے فلوریڈا کے ایک مافیا گروہ کو کیوبا بھیجا جس نے صنعتی کارخانوں کو تباہ کر دیا۔

یہودیوں کے دو مشہور مافیا گروپ اریجون اور لیھی نے جن کے سرغنہ مناحم بیگن تھے‘ ہزاروں عرب شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا‘ اور جن یہودی ممبروں کے بارے میں خدشہ تھا کہ وہ واقعہ کی گواہی دے سکتے ہیں ان کو بھی ختم کر دیا۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں:’’ارهاب القراصنه وارهاب الأباطرة قديماً وحديثاً‘‘ از ناعوم چومسکی تعریب: احمد عبدالوہاب)

صیہونیوں کا ایک دہشتگرد گروپ ’’ہاجناہ‘‘ کے نام سے مشہور ہے‘ یہ گروپ ان لوگوں کا صفایا کرتا ہے جو عربوں کے ساتھ مصالحت و مفاہمت کی بات کرتے ہیں یا صیہونی پروٹوکول کو بروئے کار لانے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔اس گروہ کے خفیہ جیل خانے بھی ہیں جن میں ان یہودیوں کو ڈال دیا جاتا ہے جنکے بارے میں شک وشبہ ہوتا ہے۔

آج یورپ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کو خونی تاریخ کی شکل میں پیش کر رہا ہے جبکہ یورپ اور کلیسا کی پوری تاریخ شر و فساد‘ قتل و غارتگری‘ خون خرابہ اور بے گناہ معصوم جانوں کو تہ تیغ کرنے سے پُر ہے۔یورپ کی خانہ جنگیاں خصوصاً فرانس اور برطانیہ کی پچاس سالہ جنگیں اس کی بین دلیل ہیں۔ایشیاء اور افریقہ کے براعظموں میں نصرانیت کے فروغ و تبلیغ کی خاطر وحشیانہ کارروائیاں‘ جن میں لاکھوں انسان قتل کر دیئے گئے۔امریکا کے اصلی باشندوں (ریڈ انڈین) کو قتل کر کے جن کی مجموعی تعداد ۱۱۲ ملین ہے‘ سفید فاموں نے قبضہ کر لیا اور افریقہ کے سیاہ فاموں کو لا کر غلام بنایا۔

۱۵۴۲ء میں ایک اسپینی پادری Bartolomede Delas Casas نے ’’اصل امریکی باشندوں کا قتل عام‘‘ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی‘ اسپینی پادری نے اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے کہ اسپینیوں نے امریکی

براعظم کے اصل باشندوں کا قتل عام کیا۔

مصنف نے لکھا ہے کہ جب اسپینیوں نے جزیرۃ Hispaniola پر قبضہ کیا تو اس وقت وہاں کے باشندوں کی تعداد تین ملین تھی، لیکن آج وہاں زندہ بچ جانے والوں کی تعداد صرف دو سو ہے۔ اور دوسرے ممالک کیوبا، پورٹوریکا اور جمائکا کے حالات ناگفتہ بہ ہیں، یہاں تو زندگی کے آثار نظر ہی نہیں آتے، اسپینیوں کے چالیس سالہ دورظلم و بربریت میں ۱۲ملین انسان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

کیتھولک عیسائیوں نے دقلدیانوس شہنشاہ اعظم کے عہد اقتدار میں (۲۴۸ء) آرتھوڈکس عیسائیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا، اور مصر میں ان کو زندہ نذر آتش کر دیا گیا، اور ان کی لاشیں چیل کوؤں کو کھلا دی گئیں، اس کے عہد میں تقریباً ایک ملین عیسائی قتل کر دیئے گئے اور جو زندہ بچ گئے ان پر سخت ترین ٹیکس عائد کر دیا گیا۔ (مذبحۃ الصنو دالحمر، عربی مجلہ المجتمع، شمارہ نمبر ۱۷۳۳، ۲۰۰۶/۱۲/۳۰ء)

نصرانی مورخ ویڈہام نے لکھا ہے کہ ''۱۵۷۲/۸/۲۴ء کو کیتھولک نصرانیوں نے پروٹسٹنٹ عیسائیوں کا پیرس میں قتل عام کیا، جس سے پیرس کی سڑکیں خون سے بھر گئیں، اور دسیوں ہزار انسان موت کی نیند سو گئے۔

۱۰۵۲ء میں اندلس کے اشبیلیہ خطہ میں کلیسا کی عدالت نے نصرانیت اختیار نہ کرنے کی صورت میں مسلمانوں کو ملک بدر کر دیا۔

ولیم جالیس کہتا ہے کہ نصرانیت پہلا مذہب ہے جس نے دنیا میں خون خرابہ، دینی عصبیت اور مقابل فریق کو نیست و نابود کر دینے کا طریقہ ایجاد کیا۔

کلیسائی تفتیشی عدالتوں نے چند سالوں کی مدت میں تین لاکھ چالیس ہزار انسانوں کو قتل کر دیا، ان میں ایک بڑی تعداد کو زندہ جلا دیا گیا۔

بریفالٹ نے لکھا ہے کہ ''مورخین کے اندازہ کے مطابق عیسائیوں نے پورے یورپ میں ۱۵ ملین انسانوں کو ہلاک کر دیا''

''تاریخ مصر'' کے مورخ حنا نقیوسی کا بیان ہے کہ ''رومی شہنشاہ قسطنطین کے عہد حکومت (۲۷۴۔۳۳۷ء) میں عیسائی کلیساؤں کو تباہ کر دیا گیا، کتب خانوں کو نذر آتش کر دیا گیا، فلاسفہ اور علماء کو زندہ جلا دیا گیا۔

عیسائی مورخ ویلب واچ، اور یوسف کرباج ''المسیحیون فی التاریخ الاسلامی العربی والترکی'' میں رقم طراز ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مصر میں عیسائیوں اور یہودیوں کی تعداد ۲۵ لاکھ تھی اور نصف صدی کے اندر صف تعداد نے ہارون الرشید کے زمانہ میں اسلامی عدل وانصاف سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

مشہور مستشرق اور مورخ مسٹر ٹوماس آرنلڈ نے اپنی کتاب ''الدعوۃ الی الاسلام'' میں اعتراف کیا ہے کہ

اسلامی دور اقتدار میں دیگر ادیان کے ماننے والوں کو جو سکون وراحت اور امن وسلامتی حاصل ہوئی اسکی مثال نہیں ملتی۔

عیسائی عالم کیتانین نے لکھا کہ عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد نے اندرونی خانہ جنگیوں اور دین مسیح میں تحریف سے پریشان ہوکر اسلام کی صداقت وحقانیت اور اس کی مثالی تعلیمات سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ اسکے مقابلہ میں عیسائیوں نے اپنے دور حکومت میں مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔ جبرتی نے اپنی کتاب ''عجائب الآ ثار فی التراجم والاخبار'' میں لکھا ہے کہ مصر پر نپولین بونا پارٹ کے حملہ میں نصرانیوں نے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے۔

عیسائی مورخین اسٹیفن رنسیمان' گوستاؤلوبوں' رابرٹ اور کاہن آبوس نے اعتراف کیا ہے کہ ''عیسائیوں نے بیت المقدس میں پناہ گزین مسلمانوں کا اس طرح قتل عام کیا کہ گھوڑوں کے پیر گھٹنوں تک خون میں ڈوب گئے۔ ریچرڈ نے عکا شہر میں ۲۷۰۰ مسلم قیدیوں کو قتل کردیا۔ جن میں بچوں اور عورتوں کو بھی قتل کردیا گیا۔ بلکہ وہ سڑکوں پر گھوم گھوم کر مردوں' نوجوانوں' بچوں اور عورتوں کے پیٹ چاک کرتے تھے' ہر جگہ لاش ہی لاش نظر آتی تھی اور ہماری قوم کے سفاکوں نے تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کو قتل کردیا''

اسی طرح بوسنیا' ہرسک' اور کوسوو میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ پچاس ہزار عورتوں کو یرغمال بنایا گیا۔ عورتوں کے رحموں میں کتوں کا مادہ ڈالا گیا۔ ۶۱۴ مسجدوں کو بالکل نیست ونابود کردیا گیا۔ اور ۵۳۰ مسجدوں کو زبردست نقصان پہونچا۔ سینکڑوں اسلامی مدرسوں کو تہس نہس کردیا گیا اور امریکہ کی نام نہاد دہشت گردی مخالف۔ جنگ کا بھی مقصد سامراجی مقاصد کی تکمیل اور اسلام کا خاتمہ ہے۔ ایک عیسائی اخباری نمائندہ دیوڈ سیلبورن نے لکھا ہے کہ یہ جنگ دہشت گردی کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کے خلاف ہے۔

انگریزی مجلہ نیشنل ریوو نے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ ہم کو مسلمانوں کے ملکوں میں جاکر حملہ کرنا چاہیئے ان کے لیڈروں کو قتل اور مسلمانوں کو عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کرنا چاہیے۔

۱۴/۴/۲۰۰۴ء میں نیویارک ٹائمز نے لکھا تھا کہ عراق میں جاری بش کی جنگ ایک دینی مبلغ کا مظہر ہے۔ (بحوالہ عربی رسالہ المجتمع 'شمارہ نمبر ۱۷۲۱' ۳۰/۹/۲۰۰۶)

مذکورہ بالا عیسائی مظالم کی چند مثالیں ہیں' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نصرانیوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کی خاطر کس قدر مظالم ڈھائے۔ خون کی ہولیاں کھیلیں' اور پھر الزام اسلام اور مسلمانوں کے سر تھوپ دیا جائے کہ اسلام تلوار کی نوک پر پھیلا ہے۔

یہ تہذیب حاضر کی تصویر کا دوسرا رخ ہے جسے پوری دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

ایرانی اعلیٰ سطحی وفد کی دارالعلوم آمد:

الحمدللہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی عالمی شہرت' محبوبیت اور مسلک اعتدال کے پیش نظر آئے روز ملکی اور بین الاقوامی وفود کی آمدورفت جاری رہتی ہے۔اسی سلسلے میں ۱۴راپریل کو صبح نو بجے ایران کے نہایت ہی مقتدر اور نامور عالم دین اور ایران کی عالمی تنظیم تقریب بین المذاہب یعنی مذہبی ہم آہنگی کونسل کے سیکرٹری جنرل جناب آیۃ اللہ محمد علی تسخیری صاحب اپنے دیگر رفقاء آقائے ماشاء اللہ شاکری سفیر ایران برائے پاکستان' آقائے محمد حسن بَرائیان' آقائے علی اصغر اوحدی' جناب آقائے اطمینان' آقائے علی اصغری' آقائے صاحب فصول' خوش آمدی و دیگر مہمانان تشریف لائے۔وفد نے دارالعلوم میں چار گھنٹے سے زیادہ وقت گزارا اور دارالعلوم کے مختلف شعبوں میں اپنی گہری دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔جناب آیۃ اللہ تسخیری صاحب نے دارالعلوم کے دارالحدیث (ایوان شریعت) ہال میں ہزاروں طلباء اور اساتذہ کرام سے اپنے تفصیلی خطاب میں عالم اسلام کو درپیش چیلنجز اور مسائل پر سیر حاصل خطاب فرمایا اور مذہبی ہم آہنگی' اتحاد بین المسلمین پر زور دیا اور انہوں نے کہا کہ اسرائیل کے مقابلے میں لبنان میں ایک اسلامی تنظیم نے دوسرے گروپوں سے مل کر اسرائیل کو شکست فاش دی۔اور مستقبل میں عالم اسلام کو ایسے مزید امتحانات درپیش ہیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ جیسے علمائے حق کے جہادی کردار و قیادت کی ضرورت ہے نیز انہوں نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو اسلام کا عظیم قلعہ قرار دیا۔اور کہا کہ اس کی روشنی سے ایک دنیا منور ہو رہی ہے۔اس سے پہلے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اپنے خطاب میں وفد کا خیر مقدم کیا اور فرمایا کہ عالم اسلام کو ایک بڑے دشمن اور صلیبی دہشت گردی کا مقابلہ مضبوط اور ناقابل شکست اتحاد سے کیا جا سکتا ہے۔فروعی اختلافات اور مسلکی اور گروہی وابستگیوں کے ہوتے ہوئے بھی ہمیں متفقات اور مشترکات پر اکٹھے ہو کر عالمی دہشت گردی کا مقابلہ کرنا ہوگا۔مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس سلسلہ میں "ملی یکجہتی کونسل" اور اس کے مذہبی ہم آہنگی کیلئے متفقہ طور پر تیار کردہ ضابطہ اخلاق کو تفصیل سے فارسی میں پڑھ کر سنایا' جس کے سترہ نکات پر پاکستان کے تمام فرقوں اور مکاتب فکر کا اتفاق ہوا تھا' انہوں نے علامہ تسخیری پر زور دیا کہ وہ تقریب بین المذاہب کے سربراہ کے طور پر عالم اسلام اور ایران میں اس ضابطہ اخلاق کو متعارف کرائیں تاکہ امت کی وحدت کی مضبوط بنیادیں فراہم ہو سکیں۔وفد کے ہمراہ پاکستان میں ایران کے سفیر جناب ماشاء اللہ شاکری صاحب اور پشاور کے قونصلر جنرل اقبال اصغری بھی دیگر سفارتکاروں کے

ہمراہ تشریف لائے تھے۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی صاحب مدظلہ نے خطاب کیا اور دعا فرمائی۔

سول سروسز اکیڈیمی لاہور ۳۵ ویں کامن ٹریننگ پروگرام کے افسران کی دارالعلوم آمد:

۴/اپریل بروز جمعہ کو سول سروسز اکیڈیمی کے پچاس رکنی وفد نے دارالعلوم کا دورہ کیا۔ وفد کے شرکاء نے دارالعلوم کے تمام اہم شعبوں، درسگاہوں اور دفاتر وغیرہ کا تفصیلی معائنہ کیا اور طلباء و علماء سے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال بھی کیا۔ انہوں نے دارالعلوم کے شعبوں میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ اور دارالعلوم کے مثالی نظم و نسق اور مربوط تعلیمی نظام کی تحسین کی۔ وفد کے شرکاء کے اعزاز میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے پرتکلف عصرانے کا اہتمام اپنی رہائش گاہ پر کیا۔ بعد میں وفد کے شرکاء نے حضرت مولانا مدظلہ سے سوالات کئے اور حضرت مولانا مدظلہ نے انہیں تفصیل سے مدرسوں کی اہمیت، افادیت اور دیگر عالمی وملکی سیاسی صورتحال پر تفصیلی بریفنگ دی۔

الرحمان فاؤنڈیشن کے وفد کی دارالعلوم آمد:

مورخہ ۱۳/اپریل کو صوبہ سرحد و پاکستان کے معروف یارولجسٹ ڈاکٹر محمد عیسیٰ خان صاحب کی قیادت میں ساٹھ رکنی وفد نے دارالعلوم کا مطالعاتی دورہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب دارالعلوم کے انتہائی مخلصین اور ہمدردوں میں سے ہیں۔ آپ ایک فلاحی تنظیم "رحمان فاؤنڈیشن" کافی عرصہ سے چلا رہے ہیں۔ وفد کا استقبال حضرت مولانا
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے کیا اور انہیں تفصیلی بریفنگ بھی دی۔ وفد نے دارالعلوم کے مختلف شعبوں میں اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔

دارالعلوم میں علماء کرام کی آمد:

گزشتہ دنوں جنوبی افریقہ کے مدرسہ زکریا کے معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ یہاں تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ کینیا کے ممتاز عالم دین جناب مولانا مطیع الرسول علوی، جو مدینہ یونیورسٹی کے قدیم فارغ التحصیل ہیں اور نیروبی میں اہم دینی خدمات گزشتہ ۳۰۔۳۵ برس سے سرانجام دے رہے ہیں اور وہاں پر بہت بڑا اصلاحی و تعلیمی انداز میں ایک عظیم یتیم خانہ چلا رہے ہیں آپ حضرات نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے تفصیلی ملاقات کی۔

بین الاقوامی میڈیا کی دارالعلوم آمد:

فرانس کے معروف دانشور صحافی اور کئی بین الاقوامی موضوعات پر عالمی شہرت کے حامل فرانسیسی محقق جناب گیرارڈ ڈی ویلیرز دارالعلوم تشریف لائے۔ آپ نے دارالعلوم کے مختلف شعبے دیکھے اور حضرت مولانا مدظلہ سے تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ بعد میں ایک اور فرانسیسی نامور صحافیوں کی ایک ٹیم نے دارالعلوم کا دورہ کیا اور دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا معائنہ کیا۔ اور علماء و طلباء سے تفصیلی انٹرویوز لئے۔ وفد میں فرانس کے اخبار L'Express کے ڈوینگ

لیگرڈ' Paris Match کے اولیور اوماہونی' ریڈیو فرانس انٹرنیشنل کی صوفیہ مالیمیکس' LeFigaro کی تھیری پورٹر شامل تھیں۔ وفد کی معاونت مولانا یوسف شاہ صاحب نے کی۔

دارالعلوم کے سابق مدرس حضرت مولانا فضل الٰہی شاہ منصوریؒ کی اہلیہ کی وفات:

گزشتہ دنوں دارالعلوم کے سابق استاد حضرت مولانا فضل الٰہیؒ کی اہلیہ انتقال کر گئیں۔ مرحومہ انتہائی عابدہ' زاہدہ اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ جنازہ میں دارالعلوم کے اساتذہ کرام اور حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے شرکت کی۔ ادارہ حضرت مولاناؒ کے فرزند پروفیسر مولانا اظہار الحق حقانی و مولانا عطاء الحق حقانی' حضرت مولانا شمس الہادی مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ اور دیگر تمام پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

جناب اکرام اللہ شاہد کی والدہ کی وفات: صوبہ سرحد کے سابق ڈپٹی اسپیکر اور جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما جناب اکرام اللہ شاہد صاحب کی والدہ گزشتہ دنوں انتقال فرما گئیں۔ مرحومہ صوبہ سرحد کے ممتاز عالم اور نامور ادیب' محقق جناب مولانا مدار اللہ مدار کی زوجہ تھیں۔ جنازہ حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے پڑھایا اور دارالعلوم کے کئی اساتذہ نے شرکت کی۔ ادارہ جناب اکرام اللہ شاہد کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے۔ اور قارئین الحق سے ان کے لئے رفع درجات کے لئے دعاؤں کی اپیل کرتا ہے۔

حضرت مولانا فضل واحد صاحبؒ کی وفات: علاقہ چھچھ کے نامور اور ممتاز عالم دین حضرت مولانا فضل واحد صاحبؒ گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے۔ آپ دارالعلوم تعلیم القرآن ویسہ کے مہتمم اور بانی تھے' علاقہ بھر میں آپ کی دینی مساعی اور اسلامی علوم وفنون کے فروغ کے سلسلے میں آپ کی بہت بڑی خدمات ہیں۔ آپ عابد وزاہد اور انتہائی مخلص اور ملنگ سار طبیعت کے حامل شخصیت تھے۔ دارالعلوم کے ابتدائی فضلاء میں سے تھے۔ زندگی بھر دارالعلوم اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے رہے۔ جنازہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے پڑھایا' حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اور دیگر اساتذہ نے شرکت کی۔ آپ کا جنازہ علاقہ کا ایک تاریخی جنازہ تھا۔ اس موقع پر آپ کے فرزند مولانا فضل وہاب فاضل حقانیہ کی دستار بندی کی گئی۔ آپ کے دونوں صاحبزادگان مولانا فضل خالق دارالعلوم کے جید فضلاء ہیں۔ ادارہ اس موقع پر آپ کے خاندان کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے۔

دارالعلوم کے مخلص ڈاکٹر فضل عظیم صاحب کی وفات: دارالعلوم اور خانوادہ حقانی کے انتہائی مخلص اور معالج جناب ڈاکٹر فضل عظیم صاحب ساکن اکوڑہ خٹک گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ مرحوم اور ان کا تمام خاندان دارالعلوم کے قریبی مخلصین میں سے ہے۔ مرحوم ڈاکٹر صاحب انتہائی دیانتدار' مخلص اور خداترس انسان تھے۔ مرحوم کے رفع درجات کے لئے قارئین سے دعاؤں کی اپیل کی جاتی ہے۔

ادارہ

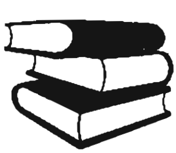

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: بصائر الفرقان فی تفسیر آیات القرآن (چوتھی اور پانچویں منزل) از میجر ریٹائر میر افضل خان

ضخامت: ۶۹۴ صفحات ہدیہ درج نہیں

ملنے کے پتے: میر افضل خان ۱۹؍۱ ذیشان کالونی قاب لائنز راولپنڈی' ماڈرن بک ڈپو میلوڈی مارکیٹ اسلام آباد

جناب غلام احمد صاحب حریری رقمطراز ہیں کہ آغاز نزول قرآن سے لے کر تا عصر حاضر مسلمانوں نے کتاب الہیٰ کے ساتھ اعتناء کیا اور اس کے مطالب ومعانی اور اسرار و نکات کو معلوم کرنے کے لئے جو مساعی جمیلہ سرانجام دی ہیں' دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔ مگر بایں ہمہ جہدوسعی قرآن کریم کی وسعت وجامعیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے بحر معانی میں غواصی کرنے والے ہر شخص کو عجز وتقصیر کا اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں' عہد رسالت سے لے کر دورِ حاضر تک ہزاروں تفاسیر لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں مگر فرمان رسول ﷺ کے مطابق قرآنی اسرار اور نکات ختم ہونے میں نہیں آتے''

واقعی کسی نے خوب کہا ہے کہ سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے کے مصداق یہ ایک ایسا دریائے ناپیدا کنار ہے کہ اس کی وسعتوں کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا بحر لا ساحل لہ ولا تنقضی عجائبہ۔

زیر تبصرہ تفسیر بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک بہترین کڑی ہے میجر (ر) جناب میر افضل خان صاحب جو کہ ملک کے ایک نامور اور مشہور اہل قلم ہیں اور آپ کی تصنیف وتالیف کردہ بیسیوں کتابیں منصۂ شہود پر آئی ہیں اور علمی دنیا سے خراج تحسین پاچکی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں' تو انتہائی عرقریزی اور تحقیق کے ساتھ اس کے محتویات سے بحث کرتے ہیں۔ اگرچہ آپ کی بعض آراء سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔

بصائر الفرقان فی تفسیر آیات القرآن میں روانی اور سلاستِ زبان کے ساتھ ساتھ ادبی چاشنی نے اس کی معنویت میں مزید اضافہ کیا ہے اور جا بجا موقع ومحل کی مناسبت سے اشعار کے انتخاب نے ایک حیرت انگیز کیفیت پیدا کی ہے۔ تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تفسیر کی تمام اقسام میں تفسیر القرآن بالقرآن اعلیٰ قسم ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے' القرآن یفسر بعضہ بعضا۔

جناب میجر صاحب نے اسی نوع تفسیر کا لحاظ کرتے ہوئے سورتوں اور آیات کے درمیان ربط وضبط کی بھی توضیح کی ہے تاکہ قاری تفسیر میں کسی قسم کی تشنگی محسوس نہ کرے اور روایات صحیحہ اور درایت دونوں سے کام لیتے ہیں اور

ایک بہترین تفسیر کی علامت بھی یہی ہے کہ وہ روایات صحیحہ کے ساتھ درایت پر بھی مشتمل ہو اور ہر قسم کی اسرائیلیات موضوعات اور کذبات سے پاک ہو کیونکہ قرآن کریم تو کلام اللہ ہے اور جب کلام الٰہی کی تفسیر اسرائیلیات موضوعات اور کذبات کے ذریعہ کی جائے تو اس کی زد قرآن کریم اور خود ذات باری تعالیٰ پر پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑی بڑی عظیم تفاسیر وہ توجہ نہ پاسکیں جس کی وہ مستحق تھیں۔

بہر حال میجر صاحب کی مرتب کردہ تفسیر بصائر الفرقان فی تفسیر آیات القرآن ایک بہترین علمی و تحقیقی کاوش کے ساتھ ساتھ قرآنیات میں ایک بیش بہا اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعی و کوشش کو قبول اور بار آور فرمائے۔

پیغام سالنامہ لاہور مدیر اعلیٰ ابومحمد ثناء اللہ سعد ضخامت: ۵۵۲ صفحات قیمت: -/۳۶۰ روپے

ملنے کے پتے: مکتبہ حسینیہ بالمقابل حبیب بینک شجاع آباد۔ مکتبہ ختم نبوت غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور

مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ جرات مند، بہادر حق گو عالم دین اور عظمت صحابہ ورضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقیب اور منادی تھے، عظمت اصحاب رسول ﷺ کے لئے آپ نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ لیکن آپ کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش اور عزم و ہمت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ یہاں تک کہ کاروانِ شہداء میں آپ کا نام ہمیشہ کے لئے ثبت ہوا۔ بقول حافظ شیرازیؒ۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

آپ کی شہادت اور بہیمانہ قتل اور بھی اندوہناک ہو جاتا ہے جب اس کے پس پردہ محرکات کا جائزہ لیا جائے اور اس وقت کی حکومت کی ناک کے نیچے اسلام آباد میں دن دہاڑے آپ سفاک قاتلوں کی گولیوں کا نشانہ بنے۔ اور دیگر بے گناہ شخصیات۔ کے قتل اور شہادت کی طرح آپ کا قاتل بھی بوجوہ صیغہ راز میں ہے۔

''پیغام سالنامہ'' نے آپ کی شخصیت خدمات اور عظیم قربانیوں پر مشتمل ایک عظیم تاریخی دستاویز نمبر شائع کیا ہے، جس میں آپ کی شخصیت کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیا گیا ہے اور ملک وملت کی اہم شخصیات نے آپکے متعلق اپنے تاثرات تحریر کئے ہیں۔ مختلف مقالات میں آپ کے بارے میں عجیب و غریب اور حیرت انگیز انکشافات ہیں۔

یہ ضخیم نمبر آٹھ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب ایک مستقل کتاب کی حیثیت کا حامل ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کی شخصیت اور کالعدم سپاہ صحابہؓ کے متعلق کافی مواد موجود ہے۔ کتاب تاریخ و سوانح سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک بہترین سوغات ہے۔

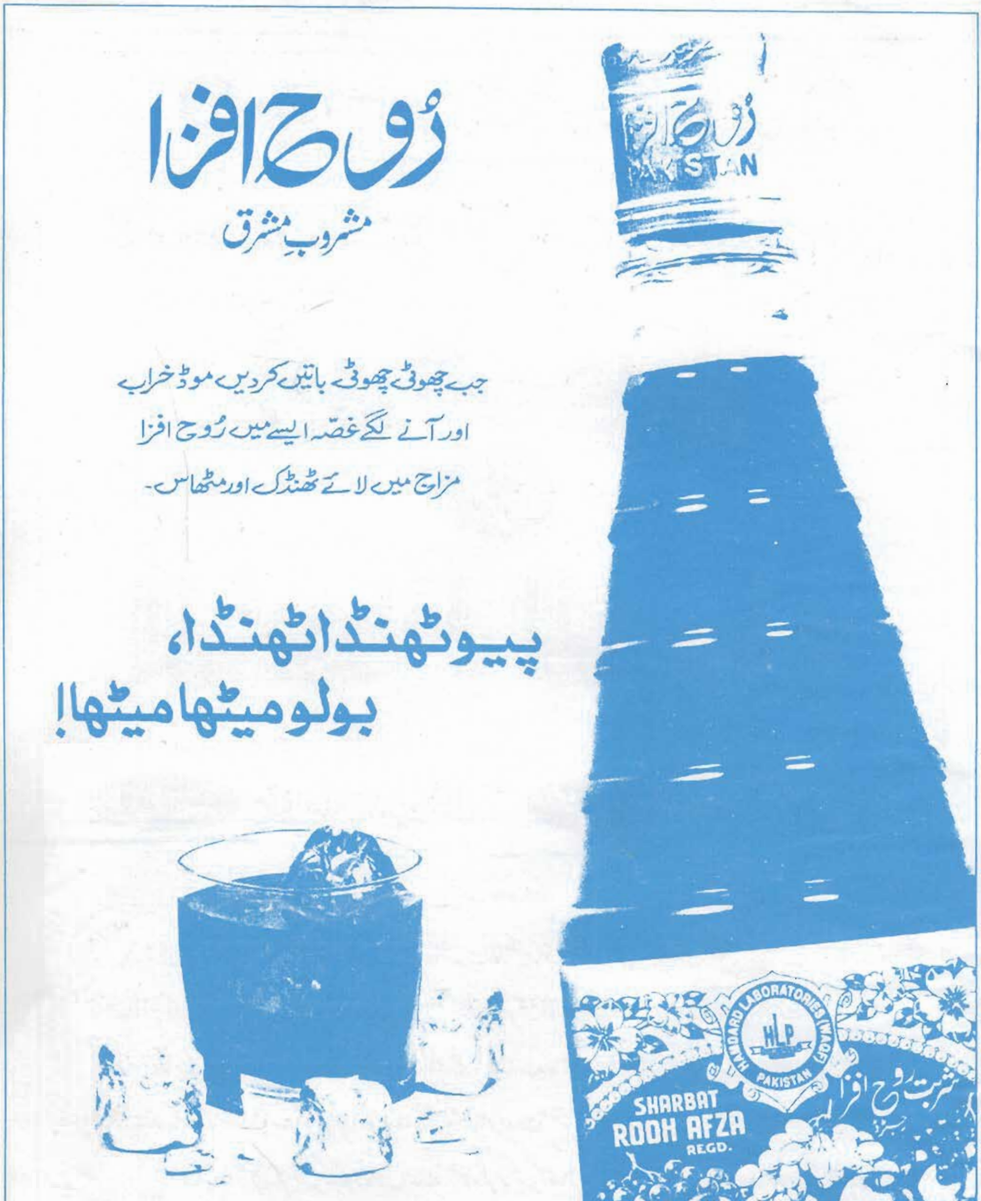
رُوح افزا
مشروبِ مشرق
جب چھوٹی چھوٹی باتیں کردیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ ایسے میں رُوح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس۔
پیو ٹھنڈا ٹھنڈا،
بولو میٹھا میٹھا!
رُوح افزا
PAKISTAN
HAMDARD LABORATORIES (WAQF)
HLP
PAKISTAN
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
شربت روح افزا
ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان
ہمدرد
SGS
ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان
ISO 9001:2000 CERTIFIED
www.hamdard.com.pk
Blitz DDB

Regd No P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

○ موتمر المصنّفین کی عظیم علمی تاریخی پیشکش ○

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے درسی افادات کا عظیم شاہکار

زین المحافل

شرح

الشمائل للترمذی

ضبط و ترتیب : مولانا اصلاح الدین حقانی

تحشیہ و تخریج : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

شمائل ترمذی کی دلنشین تشریح' خصائلِ نبوی پر عاشقانہ اور حکیمانہ گفتگو' علمی' ادبی اور فقہی تحقیقات' تفصیلی درسی افادات' اختلافی مسائل میں اعتدال اور قولِ فیصل' بعض معرکۃ الآراء مباحث پر فقیہانہ کلام' مستند حوالہ جات اور تحقیقی تعلیقات' نقدِ احادیث کے نادر مباحث کا ذخیرہ' حالاتِ حاضرہ پر انطباق اور سیر حاصل تبصرے' بعض علمی اشکالات کے محققانہ جوابات' راویانِ حدیث کے بقدرِ ضرورت مستند تذکرے۔

الغرض عشقِ رسولؐ کے ولولوں سے معمور تحریریں' اندازِ بیان عام فہم اور سادہ' اساتذہ' طلبہ اور عامۃ المسلمین کے لئے نادر علمی تحفہ۔ گیارہ سو صفحات پر مشتمل یہ علمی سوغات دو جلدوں میں منظرِ عام پر آ گئی ہے۔

قیمت -/750 روپے

ناشر

موتمر المصنّفین' دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

Ph:0923-630435